उर्दु भाषा

कक्षा ८

नेपाल सरकार

शिक्षा, विज्ञान तथा प्रविधि मन्त्रालय

पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

सानोठिमी, भक्तपुर

प्रकाशक : नेपाल सरकार

शिक्षा, विज्ञान तथा प्रविधि मन्त्रालय

पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

सानोठिमी, भक्तपुर

© सर्वाधिकार पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

यस पाठ्यपुस्तकसम्बन्धी सम्पूर्ण अधिकार पाठ्यक्रम विकास केन्द्र सानोठिमी, भक्तपुरमा निहित रहेको छ । पाठ्यक्रम विकास केन्द्रको लिखित स्वीकृतिबिना व्यापारिक प्रयोजनका लागि यसको पुरै वा आंशिक भाग हुबहु प्रकाशन गर्न, परिवर्तन गरेर प्रकाशन गर्न, कुनै विद्युतीय साधन वा अन्य प्रविधिबाट रेकर्ड गर्न र प्रतिलिपि निकाल्न पाइने छैन ।

प्रथम संस्कण : वि.सं. २०८०

मुद्रण :

मूल्य :

पाठ्यपुस्तकसम्बन्धी पाठकहरूका कुनै पनि प्रकारका सुझावहरू भएमा पाठ्यक्रम विकास केन्द्र, समन्वय तथा तथा प्रकाशन शाखामा पठाइदिनुहुन अनुरोध छ । पाठकबाट आउने सुझावहरूलाई केन्द्र हार्दिक स्वागत गर्दछ ।

हाम्रो भनाइ

पाठ्यक्रम शिक्षण सिकाइको मूल आधार हो । पाठ्यपुस्तक विद्यार्थीमा अपेक्षित दक्षता विकास गर्ने एक मुख्य साधन हो । यस पक्षलाई दृष्टिगत गर्दै पाठ्यक्रम विकास केन्द्रले विद्यालय शिक्षालाई व्यावहारिक, समयसापेक्ष र गुणस्तरीय बनाउने उद्देश्यले पाठ्यक्रम तथा पाठ्यपुस्तकको विकास तथा परिमार्जन कार्यलाई निरन्तरता दिँदै आएको छ । आधारभूत शिक्षाले बालबालिकामा आधारभूत साक्षरता, गणितीय अवधारणा र सिप एवम् जीवनोपयोगी सिपको विकासका साथै व्यक्तिगत स्वास्थ्य तथा सरसफासम्बन्धी बानीको विकास गर्ने अवसर प्रदान गर्नुपर्छ । आधारभूत शिक्षाका माध्यमबाट बालबालिकाहरूले प्राकृतिक तथा सामाजिक वातावरणप्रति सचेत भई अनुशासन, सदाचार र स्वावलम्बन जस्ता सामाजिक एवम् चारित्रिक गुणको विकास गर्नुपर्छ । यसले विज्ञान, वातावरण र सूचना प्रविधिसम्बन्धी आधारभूत ज्ञानको विकास गराई कला तथा सौन्दर्यप्रति अभिरुचि जगाउनुपर्छ । शारीरिक तन्दुरुस्ती, स्वास्थ्यकर बानी एवम् सिर्जनात्मकताको विकास तथा जातजाति, धर्म, भाषा, संस्कृति, क्षेत्रप्रति सम्मान र समभावको विकास पनि आधारभूत शिक्षाका अपेक्षित पक्ष हुन् । देशप्रेम, राष्ट्रिय एकता, लोकतान्त्रिक मूल्यमान्यता तथा संस्कार सिकी व्यावहारिक जीवनमा प्रयोग गर्नु, सामाजिक गुणको विकास तथा नागरिक कर्तव्यप्रति सजगता अपनाउनु, र दैनिक जीवनमा आइपर्ने व्यावहारिक समस्याहरूको पहिचान गरी समाधानका उपायको खोजी गर्नु पनि आधारभूत तहको शिक्षाका आवश्यक पक्ष हुन् । यस पक्षलाई दृष्टिगत गरी विद्यालय शिक्षाको राष्ट्रिय पाठ्यक्रम प्रारूप,२०७६ को मर्मअनुरूप मदरसा शिक्षा पाठ्यक्रमअनुरूप मदरसा शिक्षातर्फ कक्षा ८ को उर्दु भाषाको यो पाठ्यपुस्तक विकास गरिएको छ ।

यस पाठ्यपुस्तकको लेखन तथा सम्पादन श्री खुर्सिद आलम र श्री सेराज अहमद मुसलमानबाट भएको हो । पाठ्यपुस्तकलाई यस रूपमा ल्याउने कार्यमा केन्द्रका महानिर्देशक श्री इमनारायण श्रेष्ठ, श्री वैकुण्ठप्रसाद अर्याल, श्री नुम्लहोलर अन्सारी, श्री इफान रजा, श्री शालिकराम भुसाल, श्री उमा बुढाथोकी, श्री चिनाकुमारी निरौलाको योगदान रहेको छ । यस पाठ्यपुस्तकको कला सम्पादन श्री श्रीहरि श्रेष्ठबाट भएको हो । यस पाठ्यपुस्तकको विकास तथा परिमार्जन कार्यमा संलग्न सबैप्रति पाठ्यक्रम विकास केन्द्र धन्यवाद प्रकट गर्दछ ।

यस पाठ्यपुस्तकले विद्यार्थीमा निर्धारित सक्षमता विकासका लागि विद्यार्थीलाई सहयोग गर्ने छ । यसले विद्यार्थीको सिकाइमा सहयोग पुऱ्याउने एउटा महत्त्वपूर्ण र आधारभूत सामग्रीका रूपमा कक्षा क्रियाकलापबाट हुने सिकाइलाई मजबुत बनाउन सहयोग गर्ने छ । त्यसैले यो शिक्षकको सिकाइ क्रियाकलापको योजना नभई विद्यार्थीका सिकाइलाई सहयोग पुऱ्याउने सामग्री हो । पाठ्यपुस्तकलाई विद्यार्थीको सिकाइमा सहयोग पुऱ्याउने एउटा महत्त्वपूर्ण आधारका रूपमा बालकेन्द्रित, सिकाइकेन्द्रित, अनुभवकेन्द्रित, उद्देश्यमूलक, प्रयोगमुखी र क्रियाकलापमा आधारित बनाउने प्रयास गरिएको छ । सिकाइ र विद्यार्थीको जीवन्त अनुभवबिच तादात्म्य कायम गर्दै यसको सहज प्रयोग गर्न शिक्षकले सहजकर्ता, उत्प्रेरक, प्रवर्धक र खोजकर्ताका रूपमा भूमिकाको अपेक्षा गरिएको छ । यस पुस्तकलाई अझ परिष्कृत पार्नका लागि शिक्षक, विद्यार्थी, अभिभावक, बुद्धिजीवी एवम् सम्पूर्ण पाठकहरूको समेत विशेष भूमिका रहने हुँदा सम्बद्ध सबैको रचनात्मक सुझावका लागि पाठ्यक्रम विकास केन्द्र हार्दिक अनुरोध गर्दछ ।

वि.सं. २०८१ पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

हमारी उर्दू–कक्षा ८

ہماری اردو

برائے

درجہ ہشتم

حکومت نیپال

وزارت تعلیم، سائنس و ٹکنالوجی

مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم

سانوٹھیمی، بھکت پور

نام کتاب	: ہماری اردو برائے درجہ ہشتم
مرتبین	: سراج احمد مسلمان ایم اے، خورشید عالم ایم اے، بی ایڈ
صفحات	: ۱۴۷
اشاعت	: بکرم سمبت ۲۰۸۰
ناشر	: حکومت نیپال، وزارت تعلیم،سائنس و ٹکنالوجی مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم ،سانو ٹھیمی، بھکت پور

حق طباعت	: جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

عرض ناشر

حکومت نیپال نے تعلیم کو فروغ دینے، اسے عام کرنے اور سب کے لیے تعلیم کو یقینی بنانے کی پالیسی اور منصوبہ بندی کی ہے، اس کے تحت وزارت تعلیم کی نگرانی میں قائم مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم، سانو ٹھیمی، بھکت پور نے مدارس اسلامیہ کے لیے درجہ ششم تا درجہ ہشتم کا نصاب تعلیم تیار کیا ہے۔ جس میں ہماری اردو زبان کو بھی جگہ دی گئی ہے تاکہ ابتدائی درجات کے طلبہ وطالبات کو دیگر مضامین کے ساتھ ہی اردو زبان اور اس کے بنیادی قواعد کی بھی ضروری معلومات بہم پہنچائی جاسکیں تاکہ طلبہ وطالبات اردو بول چال میں دقت نہ محسوس کریں بلکہ روانی کے ساتھ اردو زبان بول سکیں، سمجھ سکیں اور اپنا مافی ضمیر بھی بخوبی ادا کرسکیں۔ اس کتاب کو سرکاری اسکولوں میں بھی بحیثیت زبان پڑھایا جاسکتا ہے تاکہ عام طلبہ وطالبات بھی دنیا کی ایک معروف زبان سیکھ سکیں اور اس کی شیرینی کو محسوس کرسکیں۔

اسی ضرورت کی تکمیل کے لیے اردو زبان کی کتاب" ہماری اردو" کا دوسرے مرحلہ میں درجہ ششم، درجہ ہفتم اوردرجہ ہشتم تک کا سیٹ تیار کیا جارہا ہے۔اس مرحلہ کی تیسری کتاب"ہماری اردو" برائے درجہ ہشتم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کتاب کی خصوصیات:

۱۔ زبان نہایت سادہ، سلیس اور طرز بیان عام فہم اور دل نشیں ہے۔

۲۔ بچوں کی عمر،ان کی مقصد زندگی، ان کی ضرورت، ذوق، دل چسپی اور نفسیات کا پورا خیال رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۳۔ بچوں کو گردوپیش سے باخبر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ ان کے ذوقِ جستجو اور فطری جبلت کو مہمیز لگایاجاسکے اور وہ زندگی کے گو ناگوں میدانوں سے بھی واقف ہوں۔

۴۔ ہر سبق کے آخر میں مشقیں دی گئی ہیں، جو زبان دانی، تحریر، املا اور موادِ سبق کو سمجھنے میں معاون ہوں گی، بلکہ طلبہ وطالبات میں غوروفکر اور انفرادی مطالعہ کی عادت کا بھی

محرک ثابت ہوں گی۔

۵۔ جہاں ضروری سمجھا گیا ہے وہاں الفاظ پر اعراب (زبر، زیر، پیش) لگادیا گیا ہے۔ بڑی حد تک الفاظ کا جدید املا اختیار کیا گیا ہے۔ مرکب الفاظ کو ملا کر لکھنے کے بجائے الگ الگ لکھا گیا ہے۔ جیسے دل کش، خوب صورت۔

کتاب کومزید بہتر اور مفید بنانے کے لیے تمام اہل علم سے آراء اور مشوروں کی ہم امید رکھتے ہیں۔ کسی بھی قسم کا کوئی مشورہ ہو تو مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم کے دفتر میں ارسال فرمانے کی زحمت فرمائیں۔ طلبہ وطالبات، اساتذۂ کرام اور دیگر اہل علم کی جانب سے مشوروں کا مرکز بخوشی استقبال کرے گا۔

مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم
سانو ٹھیمی، بھکت پور

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
	عرض ناشر		۳
۱	حمد پاک	نظم	۷
۲	نعت پاک	نظم	۱۲
۳	صدق	کردار	۱۴
۴	مسلم معاشرہ کی خصوصیات	معاشرہ	۱۹
۵	ندی نالے اور سمندر	ماحولیات	۲۷
۶	غزل	نظم	۳۳
۷	الام کا سفر	کہانی	۳۵
۸	عقیدۂ آخرت	دینی معلومات	۳۹
۹	انٹرنیٹ	سائنس	۸۷
۱۰	مسلمانوں کی تہذیب وثقافت	کلچر	۵۳
۱۱	حمد	نظم	۶۱
۱۲	کینسر	طب وصحت	۶۳
۱۳	مضمون نگاری	ادب	۶۸
۱۴	بھیم سین تھاپا	نیپالی تاریخ	۷۱
۱۵	نظم	ابوالمجاہد زاہد	۷۶
۱۶	میرا پسندیدہ مشغلہ	مضمون نویسی	۷۸
۱۷	اسلام میں انسانی حقوق	حقوق انسانی	۸۲
۱۸	ابتدائی طبّی امداد	مکالمہ	۸۷
۱۹	غزل	نظم	۹۵
۲۰	زلزلہ	کہانی	۹۶

۲۱	حضرت محمد ﷺ کی گھریلو زندگی	سیرت	۱۰۲
۲۲	خود انحصاری	مضمون	۱۱۰
۲۳	اور مکہ فتح ہوگیا	اسلامی تاریخ	۱۱۴
۲۴	سوشلزم	فلسفہ	۱۱۹
۲۵	امام بخاریؒ	سوانح	۱۲۵
۲۶	اردو نثر اور صحافت	ادب	۱۳۰
۲۷	علامہ اقبالؒ	ادب	۱۳۷
۲۸	شکوہ	نظم	۱۴۲
۲۹	اردو نظمیں	ادب	۱۴۴
۳۰	نظم	نظم	۱۴۶

سبق نمبر ۱

نظیرؔ اکبر آبادی

حمد باری تعالیٰ

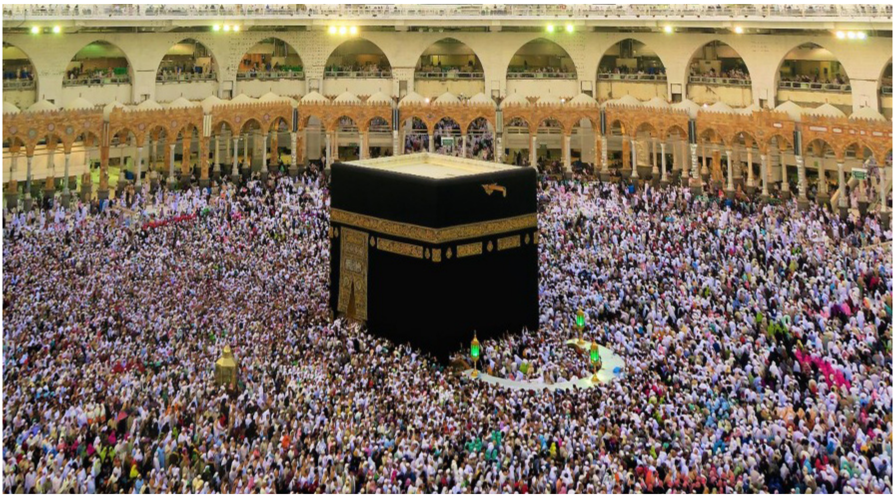

یا رب ہے تیری ذات کو دونوں جہاں میں برتری
ہے یاد تیرے فضل کو رسم خلائق پروری
دائم ہے خاص و عام پر لطف و عطا ، حفظ آوری
انسان کیا، کیا طائراں ، کیا وحش، کیا جن و پری
پالے ہے سب کو ہر زماں، تیرا کرم اور یاوری

تو خالق ارض و سماء تو حاکم قدرت نما
ہے حکم تیرا جا بجا ، لے عرش تا تحت الثریٰ
برتر ، مقدس، ذوالعلاء، بندے تیرے شاہ و گدا
دنیا و دیں کی یا خدا! برحق تجھی کو ہے روا
فرماں روائی ، حاکمی، شاہی، خدائی، سروری

قدرت نے تیرے ہر زماں، لے کر زمیں تا آسماں
کیا کیا بہاریں کیں عیاں، کیا کیا دکھائیں خوبیاں
مرغوب رنگ آمیزیاں ، محبوب حسن آرائیاں
حقا تیری صنعت پہ، یاں ہے ختم لا ریب و گماں
رنگینی و طراحی و نقاشی و صورت گری

تو قادر و سبحان ہے، اقدس معلیٰ شان ہے
خالق ہے اور رحمان ہے، رزاق اور منان ہے
تیرا کرم ہر آن ہے، احسان بے پایان ہے
ہم کو یہی شایان ہے، جب تک بدن میں جان ہے
ہر آن میں لادیں بجا، شکرانہ و فرمانبری

جو جو ہیں تیری قدرتیں ، کیا کیا بیاں اُن کا کریں
آتی نہیں کچھ فہم میں، جزء یہ کہ اُن کو تک رہیں
کیا کیا بنائیں نعمتیں ، کیا کیا بنائیں رحمتیں
کب شکر اُن کا کر سکیں ، لیکن یہی ہر دم کہیں
یا رب! تیرا فضل و کرم، لطف و عنایت گستری

ہے تو ہی رب العالمیں اور تو ہی خیر الراحمیں
یکتائی ہے تیرے تئیں، ہم سر ترا کوئی نہیں
لے آسمان سے تا زمیں، ہیں سب عباد و تابعیں
ہے یہ نظیرؔ عصیاں قریں، جانے ہے با صدق ویقین
ہو گی ترے ہی فضل سے، ہر جا مری کھوٹی کھری

مشق اور سوالات:

(۱) نظیر کہاں پیدا ہوئے اور زندگی کہاں گزاری؟

(۲) وہ کس طرح اپنی روزی کماتے تھے؟

(۳) درج ذیل بند میں کیا کہا گیا ہے؟

تو قادر و سبحان ہے، اقدس معلیٰ شان ہے
خالق ہے اور رحمان ہے، رزاق اور منان ہے
تیرا کرم ہر آن ہے، احسان بے پایان ہے
ہم کو یہی شایان ہے، جب تک بدن میں جان ہے
ہر آن میں لادیں بجا، شکرانہ و فرمانبری

(۴) درج ذیل الفاظ کے معانی بتائیے:

خلائق ، وحش ، ارض ، تحت الثریٰ ، ذوالعلا ، حقا، سبحان، رحمان ، رزاق

(۵) درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

فرماں روائی ، رنگ آمیزیاں ، صورت گری ، لطف و عنایت ، صدق ویقین

(٦) نظیرؔ اکبرآبادی کے بارے میں اپنے الفاظ میں چند جملے لکھیے۔

نظیؔر اکبر آبادی کی سوانح حیات:

نظیر اکبر آبادی کا نام ولی محمد اور نظیؔر تخلص تھا اور ان کے والد ماجد کا نام محمد فاروق تھا۔ وہ ۱۷۴۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم وتربیت بڑے لاڈ و پیار سے ہوئی۔ رواج کے مطابق انہیں عربی اور فارسی پڑھائی گئی لیکن وہ ان زبانوں کے بڑے عالم نہیں بن سکے۔ لڑکپن میں نظیر کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ زیادہ تعلیم نہیں پا سکے۔ احمد شاہ ابدالی کے حملہ کے وقت نظیؔر دہلی چھوڑ کر آگرہ چلے گئے اور وہیں انہوں نے پوری زندگی گزار دی۔ ۱۸۳۰ء میں ان کا آگرہ ہی میں انتقال ہوا۔

ان دنوں مغل شہنشاہ اکبر کی راجدھانی آگرہ میں تھی۔ وہیں پر لال قلعہ اور تاج محل کی شان دار عمارتیں کھڑی تھیں۔ آگرہ کے گرد و پیش کرشن بھگتی کی وشنو تحریک پھیلی ہوئی تھی۔ سور داس اور میرابائی کے گیتوں اور بھجنوں سے وہاں فضا معمور تھی۔ یہاں کی ہوا میں رادھا اور کرشن کی محبت اور بھگتی کے گیت گونج رہے تھے۔ متھرا اور برند ابن کے میلوں اور تہواروں میں شریک ہو کر عوام کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی تھی۔ اس ماحول کا نظیؔر کی شخصیت پر گہرا اثر پڑا اور وہ ایک عوامی شاعر کی شکل میں ابھرے۔

نظیؔر کی شاعری کی شہرت سن کر نواب سعادت علی خان نے انہیں اپنے دربار میں بلایا لیکن وہ نہیں گئے۔ وہ ایک قناعت پسند آدمی تھے۔ شاہی درباروں سے تعلق رکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ ان کے یہاں امیر و غریب ، عالم و جاہل اور ہندو و مسلم کی کوئی قید نہیں تھی۔ وہ سب کے دوست اور خیر خواہ تھے۔ وہ عوامی تہواروں اور کھیلوں میں بھرپور حصہ لیتے تھے۔ یہاں تک کہ ورزش، کشتی ، تیراکی ، کبوتر بازی، پتنگ بازی بھی ان کی دل چسپی کے سامان تھے۔ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تہواروں میں بہ نفس نفیس شامل ہو کر جی بہلاتے تھے۔

نظیؔر ایک عوامی شاعر تھے۔ انہوں نے عوامی زندگی کی تصویر اپنی شاعری میں بڑے خوب صورت انداز میں پیش کی ہے۔ ان کی نظموں کے تمام تر موضوعات عوامی ہیں۔ جن میں عوام کے احساسات ، خیالات اور جذبات کی پوری عکاسی نظر آتی ہے۔ نظیر نے اردو نظم میں بہت کچھ لکھا ہے جن میں حمد، نعت، نظمیں، غزلیں، مثنویاں اور رباعیات نمایاں ہیں۔ لیکن

وہ خاص طور سے جدید اردو نظم کے بانی کہے جاتے ہیں۔ ان کی نظموں کو پڑھتے وقت خاص طور سے ان کی زبان پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ان کی زبان آگرہ کی بول چال کی زبان سے بہت قریب ہے۔ اس پر پنجابی اور پوربی ہندی کا اثر بھی نمایاں ہے۔ اس میں کہیں کہیں کھڑی بولی اور برج بھاشا کا سنگم بھی دکھائی دیتا ہے۔ نظیرؔ کے دو دیوان شائع ہو چکے ہیں۔ ایک میں نظمیں اور دوسرے میں غزلیں ہیں۔

سرفراز بزمی

نعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ستارو کون سی منزل نہ تھی رہوار کے پیچھے
شب معراج میرے سید ابرار کے پیچھے

ہو جیسے قافلہ اک قافلہ سالار کے پیچھے
صفیں باندھے کھڑے ہیں انبیاء سرکار کے پیچھے

اثاثہ گھر کا سارا آپ کے قدموں میں لا ڈالا
عمر حیراں کھڑے ہیں آج یار غار کے پیچھے

نبوت ختم ہے اُن پر ، رسالت ختم ہے اُن پر
نبی ہوگا نہ کوئی احمد مختار کے پیچھے

غلامی زید کو اچھی لگی آزاد رہنے سے
بلا کا پیار تھا ماں باپ سے انکار کے پیچھے

تمہارے حکم سے بے اعتنائی جرم ہے آقا
ہمیں معلوم ہے کیا تھا احد کی ہار کے پیچھے

امانت دشمنوں کی بھی اُسی کے پاس رہتی ہے
محمد مصطفیٰ ہوں جب کسی کردار کے پیچھے

سراقہ! قیصر و کسریٰ کے کنگن ہاتھ میں پہنو
کہاں بھٹکے ہوئے ہو درہم و دینار کے پیچھے

نظر فرمائیے شاہِ مدینہ! اپنے بزمیؔ پر
پڑی ہے ساری دنیا آپ کے بیمار کے پیچھے

مشق وسوالات :

(۱) شاعر نے نبی اکرم ﷺ کی کیا کیا خوبیاں بیان کی ہیں؟

(۲) نبی ﷺ نے دنیا کو کیا کیا سکھایا ہے؟

(۳) معراج رہوا ابرار مختار قیصر وقصریٰ اثاثہ کے معانی بتایئےاور انہیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

(۴) زید بے اعتنائی رسالت درہم ودینار کنگن ان سب کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

(۵) شاعر نے اس نعت میں طلبہ کو کیا پیغام دینا چاہا ہے؟ اپنے الفاظ سے بنے ہوئے دس جملوں میں لکھیے۔

(٦) درج ذیل اشعار کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے:

امانت دشمنوں کی بھی اُسی کے پاس رہتی ہے
محمد مصطفیٰ ہوں جب کسی کردار کے پیچھے

سراقہ! قیصر و کسریٰ کے کنگن ہاتھ میں پہنو
کہاں بھٹکے ہوئے ہو درہم و دینار کے پیچھے

سبق نمبر ۳

صدق

اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرہ کو جن خطوط پر چلنے کا حکم دیا ہے، ان میں سے ایک بنیادی بات "صدق" بھی ہے۔ صدق وسچائی اللہ تعالیٰ،انبیائے کرام علیہم السلام، بالخصوص خاتم الانبیاءﷺ، ملائکہ ، اولیاء و صلحاء اور ہر منصف مزاج اور سلیم الفطرت شخص کا درجہ بدرجہ مشترکہ اور گراں قدر وصف ہے۔اپنی اہمیت کے حوالے سے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر انسان خواہ وہ مومن ہو یا کافر، مسلم ہو یا غیر مسلم ، حاکم ہو یا رعایا،افسر ہو یا ملازم ، قائد ہو یا کارکن ، استاد ہو یا شاگرد ، امیر ہو یا غریب، اپنا ہو یا پرایا ، والدین ہوں یا اولاد الغرض زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والوں کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

انسانی معاشرہ کا امن و سکون ، راحت و چین اور اس کی تعمیر و ترقی کی بنیاد صدق پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔قرآن و سنت کی تعلیمات میں اس کی فضیلت اور ضرورت روزروشن کی طرح واضح ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات میں صدق وسچائی ، سچ بولنے والے مرد و عورت کی فضیلت ، آخرت میں صادقین کے لیے انعام و اکرام ، ان کا مقام و مرتبہ ، مخلوق میں مقبولیت اور سب سے بڑھ کر خالق کی نظر میں ان کے محبوب ہونے کا تذکرہ موجود ہے۔

صدق کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ یہ صرف قول کی سچائی میں منحصر نہیں بلکہ قول کے ساتھ فعل میں بھی سچائی کو شامل ہے۔ اسلام کی اخلاقی اقدار اور معاشرتی ذمہ داریوں میں سے اہم ترین اور تمام صفات کا منبع صدق اور سچائی ہے۔ صدق ایمان کی علامت اور آخرت کا توشہ ہے۔

صدق کا مفہوم : صدق کا لفظی معنی "سچائی" کے آتا ہے، سچ بولنا اور سچ کر کے دکھانا۔سچ بولنے والے کو صادق کہا جاتا ہے اور جو ہمیشہ سچ ہی بولے اور سچ کا ساتھ دے اسے صدیق کہا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت نے صدق اور سچائی کو انبیاء اور صلحاء کی صفت قرار دیا ہے اور سچ بولنے والوں کو انبیاء کا ساتھی قرار دیا ہے۔قرآن و سنت میں صادق ،صدوق اور

صدیق کے الفاظ موجود ہیں۔ ان کے معنیٰ اور مفہوم میں باریک سافرق ہے۔ وہ اس طرح کہ سچے شخص کو "صادق"، بہت سچے کو "صدوق "جب کہ بہت ہی زیادہ سچے کو "صدیق" کہا جاتا ہے۔

نبوت سے قبل اہل مکہ جناب رسالت مآب ﷺ کو صادق اور امین کہا کرتے تھے۔ کوہ صفا پر نبی اکرم ﷺ نے اہل مکہ کو بلا کر پوچھا کہ میں نے تمہارے درمیان چالیس برس گزارے ہیں۔ میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟ تو سب لوگوں نے بیک زبان کہا ہم نے آپ کو تجربہ سے ہمیشہ سچا ہی پایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم ،حضرت اسمٰعیل اور دیگر انبیاء علیہم السلام کوصدیق ، صادق اور سچا کہہ کر صدق و سچائی کی اہمیت کو اُجاگر کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت و سچائی ضرب المثل ہے۔آپ نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت اور واقعہ معراج کی تصدیق کر کے صدیق کا لقب پایا۔ قرآن حکیم صدق و سچائی کے بارے میں یوں گواہ ہے۔

- اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔
- ہمیشہ سچی اور سیدھی بات کیا کرو۔
- جو بھی اپنے دامن میں دل و زبان کی سچائی لے کر نکلا اور پھر اپنے کردار و عمل سے تصدیق بھی کی وہی پرہیز گار ہیں۔
- آج (قیامت)کے دن صادقین کو ان کا صدق نفع اور فائدہ دے گا ،ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اُس خلد بریں میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"
- اے ایمان والو !اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو ۔
- سورۃ الاحزاب کی آیات ۲۲تا۲۴میں قول و قرار کے سچے لوگوں کی مدح و توصیف بیان کرتے ہوئے کہا گیا "اور جب اہل ایمان نے (کفار کی) فوجوں کو دیکھا تو کہنے لگے : یہ تو وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا، بالکل سچ کہا اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے ، ان کے ایمان اور اطاعت میں مزید پختگی آئی، ایمان والوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنھوں نے اللہ کے ساتھ کیے ہوئے اپنے عہد کو سچ کر دکھلایا

جب کہ کچھ ان میں پورا کرچکے اور کچھ ابھی انتظار میں ہیں اور ذرہ برابر بھی تبدیل نہیں ہوئے، تاکہ اللہ صادقین کو اُن کے صدق کی وجہ سے جزا و انعام عطا کرے۔ "

سچائی کے سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

- مومن بزدل ہوسکتا ہے، بخیل ہوسکتا ہے مگر جھوٹا نہیں ہوسکتا۔
- سچائی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی دوزخ تک پہنچادیتی ہے۔
- جو مجھے اپنی زبان کی ضمانت دے دے، میں اُسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔
- جو شخص جھوٹی باتیں کرکے لوگوں کو ہنساتا ہے ، اُس کے لیے سخت افسوس ہے، سخت افسوس ہے۔ بہت ہی بڑا گناہ ہے کہ تم تو اپنے بھائی سے جھوٹ بولو اور وہ تمھیں سچا جانے۔
- سچ جنت کی طرف لے جاتا ہے: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک صدق (سچ) نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بے شک آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں صدیق (بہت بڑا سچا) لکھ دیا جاتا ہے۔ بے شک کذب (جھوٹ) گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور بے شک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں کذاب (بہت بڑا جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔
- تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو، میں تمھیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (۱) جب بولو تو سچ بولو (۲) جب وعدہ کرو تو اسے پورا کرو (۳) جب امانت لو تو اسے ادا کرو (۴) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو (۵) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کرو اور (۶) اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔

اسلامی شریعت میں صدق و سچائی کی اہمیت بہت واضح ہے۔ اسلام سچ بولنے والوں اور صداقت کی خاطر قربانیاں پیش کرنے والوں کے لیے انعام و اکرم کی نوید سناتا ہے۔ انسان کی کامیابی اور فلاح سچ بولنے ، سچ اپنانے اور سچ کر دکھانے میں ہے۔ سچا آدمی مؤمن ، بہادر، مخلص ، وفادار اور پاک باز ہوتا ہے۔ اس کے ظاہر و باطن میں مطابقت ہوتی ہے۔ وہ باوقار

زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ حرص و ہوس اور لالچ وخود غرضی کا بندہ نہیں ہوتا۔ لوگ اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ اپنی امانتیں اُس کے سپرد کرتے ہیں۔ اس سے مشورہ لیتے ہیں۔ اسے لائق عزت و احترام سمجھتے ہیں۔

قرون اُولیٰ کے مسلمانوں کی کامیابی اور ان کی عزت و ہیبت کا راز صدق و سچائی میں تھا۔ اگر ہم کامیابی چاہتے ہیں ، اقوام عالم کی قیادت چاہتے ہیں ، سطوت وشوکت اور رعب و دبدبہ چاہتے ہیں ، دنیا میں سکون اور آخرت میں جنت چاہتے ہیں تو پھر ہمیں حق و صداقت کی چادر اور صدق کا لباس اوڑھ کر سچائی کے بھولے ہوئے سبق کو یاد کرنا پڑے گا۔

لمحہ فکریہ ! ! آج کل جھوٹ ایک فیشن بن چکا ہے۔جو جس قدر جھوٹا اور فراڈ کرنے والا ہوتا ہے ،لوگ اسے اتنا ہی سمجھ دار کہتے ہیں۔ معاشرہ سے صدق و سچائی کی اہمیت کم ہورہی ہے جب کہ جھوٹ اور جھوٹے کی اہمیت زیادہ ہو رہی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں اس گناہ کا احساس مر چکا ہے۔حالاں کہ یہ ایسا عمل ہے جس سے پورا معاشرہ بے سکونی اور رزق کی تنگی میں مبتلا ہوتا جا رہا ہے۔

حدیث میں تو جھوٹ بولنے کو منافق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔رسول ﷺ نے فرمایا: "منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے،جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے ،جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے۔" (صحیح بخاری)۔

ہمارے معاشرہ کا المیہ یہ ہے کہ لوگ جھوٹ بولنے کو عام بات سمجھنے لگے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اسٹیج، ڈراموں ، میلوں ٹھیلوں اور مختلف تقریبات میں جھوٹ کو ضروری تصور کر لیا گیا ہے۔ حالاں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولے تو اس کے لیے ہلاکت ہو، اس کے لیے ہلاکت ہو (سنن ابی داؤد)۔

نبی کریم ﷺ تو اس معاملے میں بہت اصلاح فرمایا کرتے تھے ، چناں چہ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے گھر میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے ، میری والدہ نے مجھے بلایا اور کہا کہ آؤ میں تمھیں ایک چیز دیتی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے میری والدہ سے پوچھا کہ بچے کو کیا دینا چاہتی ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ کھجور۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اس کو بلاتی اور کچھ نہ دیتی تو تمہارے نامہ اعمال میں جھوٹ لکھ دیا جاتا۔(سنن ابی داؤد)۔

مذکورہ بالا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہمارے دین اور ہماری شریعت میں جھوٹ بولنے کی کچھ بھی گنجائش نہیں ہے؟ اس لیے آیئے ہم سب مل جل کر جھوٹ سے توبہ کریں اور سچائی کو عام کریں تاکہ صالح اور پاک اسلامی معاشرہ وجود میں آئے اور لوگ مسلمانوں کو قدر اور عزت کی نگاہ سے دیکھیں۔

مشقیں:

☆ درج ذیل سوالوں کاجواب لکھیے۔

(۱) صدق کی تعریف اپنے جملوں میں کیجیے۔

(۲) سچ بولنے کے کیا کیا فائدے ہیں؟ نمبر شمار کے ساتھ لکھیے۔

(۳) سچ بولنے کی تاکید میں قرآن کی ایک آیت اور ایک حدیث کا ترجمہ لکھیے۔

(۴) اللہ کے نبی ﷺ کو مکہ والوں نے کون سا لقب دیا تھا؟

(۵) اللہ کے نبی ﷺ نے جنت کی ضمانت دیتے ہوئے کن چیزوں کی ضمانت مسلمانوں سے مانگی تھی؟

(۶) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ نے صدیق کا لقب کس موقع سے اور کیوں دیا تھا؟

☆ درج ذیل الفاظ کے واحد / جمع لکھیے۔

صداقت، امانتوں، آیات، حدیث، مرکبات، انعام، نوید، فضیلت، نبی، صالح، نیکی، موقع، ضرورتیں

☆ درج ذیل الفاظ کو غور سے پڑھیے اور آپ بھی ہم وزن الفاظ کی ایک فہرست تیار کیجیے اور ان کے سامنے معانی بھی درج کیجیے۔

عزت، شہرت، الفت، فرصت ، وغیرہ

سبق نمبر ۴

مسلم معاشرہ کی خصوصیات

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ زمین و آسمان اور اس میں موجود ہر شے کو اس کے لیے مسخر کر دیا۔ اس کی خالقیت ، ربوبیت ، رحمت اور بے پایاں احسان کا تقاضا ہے کہ ہم اس کو اپنا آقا اور رب جانیں۔ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن ہر ایک کا علم رکھتا ہے۔"اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اُس چیز نے جو زمین اور آسمانوں میں ہے، اور وہی زبر دست دانا ہے۔زمین اور آسمانوں کی سلطنت کا مالک وہی ہے، زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے، اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔وہی اوّل بھی ہے اور آخر بھی ، ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ اُس کے علم میں ہے جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو کچھ اُس کی طرف چڑھتا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ جو کام بھی تم کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔وہی زمین اور آسمانوں کی بادشاہت کا مالک ہے اور تمام معاملات میں فیصلے کے لیے اُسی کی طرف رجوع کیے جاتے ہیں " (سورۃ حدید۔ ۵-۱)

اسلام انسانوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے اور اسی کی روشنی میں مسلم معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ مسلم معاشرہ سے وہ اسلامی معاشرہ مراد ہے جس کے تمام شعبے قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق ہوں اور جس کے افراد کے اعمال اور رہن سہن سے اسلامی زندگی کا پتا چلتا ہو۔ معاشرہ کے تمام اصول و قواعد اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مرتب ہوں اور افراد اپنی زندگیاں اسلامی شعار کے مطابق گزار رہے ہوں۔ اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے وہ دنیا میں اللہ کے احکام پورے کرکے خود بھی فائدہ اٹھاتے ہوں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہوں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا اور اسلام کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہی ہے۔" ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اے ایمان والو! اسلام میں پوری طرح داخل ہوجاؤ۔"

اسلامی معاشرہ ہر معاشرہ سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور اسلامی معاشرہ کی اہمیت دوسرے تمام معاشروں سے زیادہ ہے۔ اسلامی معاشرہ میں تمام مسلمان سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور اس بات پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ قیامت کا ایک دن مقرر ہے اور تمام انسانوں کو اس روز اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی بھیجی ہوئی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو اور روزِ آخر کو حق جانو اور مانو اور اس بات کو بھی کہ جو کچھ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے، خیر ہو یا شر۔"

عقیدہ کی درستگی اور عبادات کے بعد اسلام میں آپس میل جول اور اخوت و محبت کی بڑی اہمیت ہے بلکہ یہ اسلامی معاشرہ کی پہچان ہے۔ اسلامی معاشرہ کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ یہاں تمام مسلمان مل جل کر رہتے ہیں۔ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں، اسلامی برادری کا اہم رکن ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: "مؤمن تو سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

مسلم معاشرہ کی کچھ اور اہم خصوصیات اس طرح ہیں:

- مسلم معاشرہ میں اسلام کو نمایاں حیثیت حاصل ہوتا ہے اور سب لوگ مل جل کر

اسلامی اقدار و روایات کے مطابق زندگی گذارتے ہیں۔

○ اسلام کا ایک مکمل اصلاحی و اخلاقی نظام ہے، جس کو قائم کرنے کے لیے ہر فرد کو دل سے آمادہ کیا جاتا ہے اور اخلاقی اقدار کو دل سے قبول کیا جاتا ہے اور سارے لوگ اپنے کردار کو اسی کے سانچے میں ڈھالتے ہیں۔

○ مسلمان ایک اللہ پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی کے آگے سر نہیں جھکاتے۔ اسی کے ساتھ رسول ﷺ کی جو ساری دنیا کے لیے رہنما ہیں اور جن کی زندگی میں سارے انسانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے، اس کی مکمل پیروی کرتے ہیں جس سے ان کی زندگی عام انسانوں کی زندگیوں سے نمایاں ہو جاتی ہے۔ تمام مسلمان عقیدۂ آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں جس کی وجہ سے برائیوں سے بچنا اور اللہ سے ملاقات اور اس کی خوشی حاصل کرنے کے لیے نیکیوں پر چلنا، آسان ہو جاتا ہے۔ اس طرح مسلمان ایک صالح اور نیک زندگی بسر کرتے ہیں تاکہ اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کر سکیں۔

○ اخوت وبھائی چارہ اسلامی معاشرہ کی وہ خصوصیت ہے جس سے مسلم معاشرہ دیگر تمام معاشروں سے نمایاں و ممتاز ہوتا ہے۔ ایک مسلمان ہزاروں میل دور دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کو بھی اپنا بھائی سمجھتا ہے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، اس بات پر یقین رکھتا ہے۔

○ اسلامی معاشرہ میں تمام افراد اسلام کے ارکان کی پابندی کرتے ہیں۔ نماز پابندی سے پڑھتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں، رمضان کے روزے رکھتے ہیں اور صاحبِ حیثیت مسلمان حج کرتے ہیں، اس طرح مسلمانوں کے دلوں میں اللہ و رسول کی محبت بیٹھ جاتی ہے اور وہ نیکیوں کی طرف راغب ہوتے ہیں اور برائیوں سے بچتے ہیں۔

○ اسلامی معاشرہ افراد کو باہمی تعلقات قائم کرنے کا شعور عطا کرتا ہے۔ افراد کے ان تعلقات کو معاشرتی تعلقات کا نام دیا جاتا ہے، جہاں بھائیوں کا احترام ،چھوٹوں سے شفقت وپیار، والدین کی عزت و خدمت، پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی، عام انسانوں کے ساتھ اچھا سلوک، انسانی حقوق کی ادائیگی جیسی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

○ اسلامی معاشرہ انسان کی اخلاقی اور روحانی تربیت بھی کرتا ہے اور افراد کو محبت و

شفقت، اتحاد و تعاون، اخوت، خدمت خلق، فرمانبرداری، ایثار اور قربانی جیسی اچھائیوں کو اپنانے اور حسد ، نفرت، خود غرضی، تعصب جیسی برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔

○ اسلامی معاشرہ افراد میں خدمتِ خلق کے جذبات کو فروغ دیتا ہے جس سے وہ اپنے رشتہ و ناطہ داروں کے علاوہ دوسروں بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کے مسائل بھی حل کرتا ہے۔

○ اسلامی معاشرہ میں غیر مسلموں کے حقوق بھی ادا کیے جاتے ہیں، ان کے دکھ درد میں شریک ہوا جاتا ہے اور ان سے انسانی بنیادوں پر ہمدردی و غم خواری کا معاملہ کیا جاتا ہے کیوں کہ اسلام میں انسانیت کی بنیاد پر سارے انسان برابر ہیں کوئی برتر اور کوئی کمتر نہیں ہے۔

○ اسلامی معاشرہ میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اس طرح مسلمان حقوق و فرائض کی ادائیگی کرکے بہترین زندگی بسر کرتے ہیں۔

○ اسلامی معاشرہ کی ان خصوصیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرہ ایک ممتاز معاشرہ ہے اور جس میں تمام انسان برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں، سوائے تقویٰ کی بنیاد پر۔ اسلامی معاشرہ عالم گیر اخوت کا علمبردار ہے۔ جب عرب میں اسلام پھیلا اور اسلامی معاشرہ وجود میں آیا تو اسلامی معاشرہ کی خصوصیات کی بنا پر تمام مسلمان آپس میں شیر و شکر ہوگئے۔ ہر طرف محبت کا چرچا ہوگیا۔ تمام برائیاں جوا، شراب نوشی، چوری، بدکاری، قتل وخون وغیرہ جو لوگوں میں عام تھیں، ختم ہوگئیں اور جو لوگ بتوں کے پجاری تھے، وہ ایک خدا کو ماننے لگے اور ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اعلیٰ اخلاق و کردار سے اسلام پوری دنیا میں پھیل گیا۔

○ اسلام نے عدل و انصاف کو بڑی اہمیت دی ہے۔ معاشرہ میں رہنے والے تمام انسانوں کی جانیں اور اموال قابل احترام ہیں۔ رنگ و نسل، خاندان، مذہب کے لحاظ سے کوئی انسان کسی سے کمتر نہیں۔ آزاد غلام، مرد عورت، غریب امیر، چھوٹا بڑا، بادشاہ فقیر بحیثیت انسان سب کے حقوق یکساں ہیں۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ گرد و پیش میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ ایک شخص آپ ﷺ کے اوپر لد گیا۔ دستِ مبارک میں پتلی سی چھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے اسے ٹھوکا دیا۔ اتفاق سے اس چھڑی کا سرا اس شخص

کے منہ پر لگ گیا اور معمولی خراش آ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "مجھ سے انتقام لے لو۔" آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے معاف کردیا۔" نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ پاک مسلمانوں کے لیے نمونہ ہے۔ وہ جن کے اشارے پر جان دینا اور مر جانا سعادت ہے۔ دوسرے کی ادنیٰ سی تکلیف پر بے چین ہو کر بدلے کی درخواست کرتے ہیں۔

○ اسلامی معاشرہ میں بات بات پر جھوٹ بولنا، چغل خوری کرنا، غیبت کرنا، معاشرتی برائیاں کہلاتی ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم کہا نہ مانو ہر اس شخص کا جو بہت قسمیں کھانے والا اور ذلیل ہو، لوگوں کے عیب بیان کرنے والا، چغل خوری کرنے والا ہو اور اچھے کاموں سے روکنے والا اور حد سے بڑا گناہ گار ہو۔

○ سورہ حجرات میں غیبت سے نفرت دلائی گئی کہ "تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں کوئی شخص یہ بات پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، تم اس کو ناگوار سمجھتے ہو۔ اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحم دل ہے۔"

○ تکبر، غرور و نخوت سے قرآن میں منع کیا گیا ہے۔ "تکبر سے اپنا منہ لوگوں سے نہ پھیر اور زمین پر اکڑتا ہوا نہ چل۔ بے شک اللہ کسی اترانے والے اور شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔" قرآن میں ارشاد ربانی ہے "زمین پر اکڑتا ہوا نہ چل، بے شک تو زمین کو ہرگز پھاڑ نہ سکے گا اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکے گا۔"

○ تہمت اور بہتان لگانا بھی بری عادتوں میں سے ہے۔

○ بدگوئی اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے "جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرے گا، اللہ اس کے عیب چھپائے گا۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے "اس شخص پر جنت حرام ہے جو اپنی زبان سے گندی اور فحش باتیں نکالتا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ صحابی رسول تھے۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے ان کو برا بھلا کہا جسے سن کر حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا: اگر قیامت کے دن میری بداعمالیوں کا وزن نیکیوں کے مقابلے میں بھاری رہا تو میں اس سے بھی بدتر ہوں جو تم مجھے کہہ رہے ہو، لیکن اگر برائیوں کا وزن ہلکا رہا تو مجھے تمھاری بات کی پروا نہیں۔" مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔"

○ ارشاد نبوی ﷺ ہے: آپس میں سلام کو رواج دو۔ (صحیح مسلم) دوسری جگہ ارشاد ہے: گفتگو سے پہلے سلام ہے۔ (سنن ترمذی)۔لوگوں کے ساتھ رہنے سہنے اور ملنے جلنے کی تحسین بیان کرتے ہوئے سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد ہے، جو مسلمان عام لوگوں سے میل جول رکھے اور ان کی طرف سے ہونے والی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرے تو یہ ایسے مسلمان سے بہتر اور افضل ہے جو الگ تھلگ رہ کر زندگی بسر کرے اور لوگوں کی تکالیف پر صبر اختیار نہ کرے۔ (سنن ترمذی)۔

○ معاشرتی اور تمدنی زندگی گزارنے کے سنہرے اصول کے طور پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔(المعجم الکبیر للطبرانی) دوسری جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: اپنے مسلمان بھائی سے تمہارا خندہ پیشانی سے پیش آنا، صدقہ ہے۔ (سنن ترمذی)

○ اسلامی معاشرت میں والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کی بڑی اہمیت ہے۔ حتیٰ کہ باری تعالیٰ جو کائنات کا خالق و مالک ہے، اس کے حقوق کے بعد اگر کسی کا درجہ اور حق بنتا ہے تو والدین کا ہے، اسلامی تعلیمات اوراسلامی تہذیب میں والدین کی عظمت و اہمیت کو بیان کرنے کے لیے ایک طرف قرآن مقدس کہتا ہے: ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔ تو دوسری جانب شارح قرآن ﷺ فرماتے ہیں: باپ جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے۔(المستدرک ، وسنن ترمذی)اور ارشاد ہے: باپ کی رضا میں اللہ کی رضا ہے اور باپ کی ناراضی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے۔ (سنن ترمذی)

○ والدین کی نافرمانی سے متعلق ارشاد ہے: کیا میں لوگوں کو سب سے بڑے گناہوں کی خبر دوں؟ حضراتِ صحابہؓ نے عرض کیا، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! یعنی ضرور بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ربّ العزت کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ (صحیح البخاری وسنن ترمذی)۔

○ پڑوسیوں اور محلّے والوں کا خیال رکھنا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا بھی اسلامی تہذیب ہے۔ ارشادنبوی ﷺ ہے: وہ مؤمن ہی نہیں، جو خود پیٹ بھر کر کھائے اوراس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔(المستدرک علیٰ الصحیحین، رقم الحدیث ۷۳۰۷)ایک اور جگہ ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر اور اچھا پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کے لیے سب

سے اچھا ہو۔ (صحیح ابن حبان) عزیز واقارب،احباب ورشتہ داروں سے تعلق بناکے رکھنا حسن معاشرت ہے اور تعلق ختم کرلینا معاشرت کے خلاف ہے، اسی لیے قطع تعلق کرنے والے کے لیے سخت وعید ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: رشتہ توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح بخاری)

○ نگاہوں اور شرم گاہوں کی حفاظت کے حوالے سے ارشاد ربّانی ہے: ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔(سورۃ النّور: ۳۰) زنا اور حرام کاری جیسے مکروہ اور قبیح عمل کی ممانعت کے لیے قرآن پاک کی تعلیم ہے: زناکاری کے قریب بھی نہ جاؤ، وہ بڑی بے حیائی ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل: ۳۲) نیز صالح معاشرہ اور مہذب سماج کی تشکیل میں کلیدی حیثیت اور نہایت اہم رول تربیتِ اولاد کا ہے، اس پر توجہ دیتے ہوئے ہدایت دی گئی ہے: اچھے ادب (اچھی تربیت) سے بہتر عطیہ اور ہدیہ کسی باپ نے اپنی اولاد کو نہیں دیا۔(سنن ترمذی)

مسلم معاشرہ اور اس کے ہر فرد کو درج بالا ان خصوصیات سے مزین ہونا چاہیے تاکہ دوسرے معاشروں کو اس سے نصیحت حاصل ہو اور اسلام کی طرف تمام لوگ متوجہ ہوں۔

مشق وسوالات:

☆ الف:۔ درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے۔

(۱) اسلام کی تعریف چند جملوں میں بیان کیجیے۔

(۲) مسلم معاشرہ کی دس خصوصیات لکھیے۔

(۳) آپ بحثیت مسلمان کن کن اچھائیوں کے مالک ہیں، ترتیب وار لکھیے۔

(۴) موجودہ مسلم معاشرہ میں کیا کیا خرابیاں پائی جاتی ہیں ،ترتیب وار درج کیجیے۔

(۵) والدین کے ادب و احترام کے تعلق سے قرآن کی آیت اور حدیث کا مفہوم درج کیجیے۔

☆ آپ کے محلے میں اگر کوئی غیر مسلم پڑوسی رہتا ہو تو اپنے ابو جان کے ساتھ ان کے یہاں جائیں اور بات چیت کرکے اُن کے دکھ میں شریک ہوں اور ان کے کسی مسئلہ کے حل کے

لیے کوشش کیجیے اور اس واقعہ کو قلم بند کیجیے۔

☆ اس سبق کو دھیان سے پڑھیے اور دس مشکل الفاظ کو نوٹ کرکے اپنے استاد کی مدد سے ان کے معانی لکھ کر زبانی یاد کیجیے۔

☆ درج ذیل مرکبات کی طرح آپ بھی اس سبق سے دس مرکب الفاظ تلاش کیجیے اور ان کے معانی بھی لکھیے:

بات چیت   میل جول   لین دین

☆ اس سبق کی روشنی میں آپس میں دوستوں سے بات چیت کرکے اچھی صفات کی ایک فہرست بنائیں اور اسے اپنے سونے کے کمرے اور کلاس روم میں چارٹ پیپر پر لکھ کر آویزاں کریں۔

سبق نمبر ۵

ندی نالے اور سمندر

ندی، نالے اور سمندر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ ان سے انسان اور تمام جان دار کو پانی میسر ہوتا ہے۔ پانی قدرت کا انمول تحفہ ہے، جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ پانی زندگی ہے۔ کہتے ہیں کہ پانی ہے تو جہان ہے۔ ہماری اس زمین پر انسان و نباتات اور دیگر تمام حیوانات، ان سب کا وجود پانی کے دم سے ہی قائم ہے۔ پانی کے یہ سارے ذخائر ندی ، نالے اور سمندروں میں قدرتی طور پر محفوظ کیے جاتے ہیں۔ اس لیے یہ ندی نالے اور سمندر انسانی زندگی کی بقاء میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

سمندر کی دنیا بطور خاص قدرت کا خزانہ ہے،یہ ہماری زمین کا دل اور پھیپھڑے کی حیثیت رکھتی ہے کیوں کہ یہ زمین پر ۷۵ فیصد آکسیجن پیدا کرنے کے ساتھ ۳۰ فیصد کاربن ڈائی آکسائیڈ بھی جذب کرتی ہے۔پورا کرۂ ارض پانچ بڑے سمندروں کے سلسلوں پر محیط ہے۔ بحر ہند، بحر الکاہل، بحر اوقیانوس، بحر منجمد شمالی اور بحر منجمد جنوبی۔ان سمندروں کے علاوہ

چھوٹے چھوٹے سمندر بھی ہیں جن کا پانی ان سمندروں میں آکے مل جاتا ہے، ان چھوٹے سمندروں کو بحیرہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً بنگال کی کھاڑی، بحیرہ عرب وغیرہ۔

ہماری زمین کا ۷۰ فیصد سے زائد حصہ ان سمندر وں پر محیط ہے، جب کہ ہمارے سیارے پر بسنے والے جان دار اور مخلوقات میں سے ۹۹ فیصد جان دار سمندروں میں ہی پائے جاتے ہیں۔اب تک کی تحقیقات کے مطابق سمندر میں پائے جانے والے جان داروں کی دو لاکھ نسلیں دریافت ہو چکی ہیں جب کہ اصل میں ان کی اقسام کئی ملین سے بھی زیادہ ہو سکتی ہیں۔اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق کرۂ ارض کے تقریباً ۳ بلین لوگوں کا روزگار کسی نہ کسی طرح سمندر کے ساتھ براہ راست منسلک ہے۔صرف ماہی گیر ی کی صنعت سے ۲۰۰ ملین یعنی دو ارب سے زائد افراد اپنا روزگار حاصل کرتے ہیں۔اس کے علاوہ سمندر سے سیاحت، معدنیات اور تیل کی ضروریات میں استعمال ہونے والی پیداوار بھی بین الاقوامی تجارت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔

سمندر کے ان تمام فوائد کے باوجود یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ دنیا کے سمندروں کا ۴۰ فیصد سے زائد حصہ انسان کی غیر معیاری طرزِ حیات اور غیر قانونی سرگرمیوں سے بری طرح متاثر ہے، بالخصوص ماحولیاتی آلودگی،ماہی گیری کے غیر محتاط طریقے اور بندرگاہوں کی ابتر حالت کے باعث سمندری حیاتیات تیزی سے مر رہی ہیں اور متعدد اقسام کے جان دار ناپید ہوتے جارہے ہیں۔ سمندروں میں بہایا جانے والا پلاسٹک کھالینے سے ہر سال سینکڑوں سمندری پرندے، مچھلیاں ،کچھوے اور دیگر جان دارمر جاتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ۳۴ فیصد سمندری مچھلیوں، ۸۶ فیصد سمندری کچھوؤں اور ۴۴ فیصد سمندری پرندوں کے پیٹ میں پلاسٹک پایا جاتا ہے یا ان کے گرد لپٹا ہوتا ہے۔سمندری جہازوں سے رسنے والا تیل اور سمندری حادثات کی صورت میں بڑی تعداد میں بہنے والا تیل بھی سمندری آلودگی کی اہم وجہ ہے۔

نیپال جغرافیائی حیثیت سے میدانوں سے گھرا ہوا خطہ ہے ، اس کا کوئی حصہ سمندر سے نہیں ملتا ہے۔ ملک میں سمندر نہ ہونے کے باوجود یہاں پانی کا خزانہ ہے، ملک میں چھوٹی بڑی ندیوں اور نالوں کا جال بچھا ہوا ہے، گویا یہ قدرت کا عطیہ ہیں جو نیپال کو اللہ نے عنایت

کر رکھا ہے۔ پانی کے ذخائر کے لحاظ سے برازیل کے بعد نیپال ہی دنیا کا سب سے دھنی اور خوش حال ملک ہے۔ نیپال کی اکثر ندیاں برف سے ڈھکے اونچے پہاڑوں سے نکلتی ہیں اور پورے ملک کو سیراب کرتی ہیں۔

نیپال کی مشہور ندیوں میں کوشی، گنڈکی، نارائنی اور کرنالی ہیں۔ کوشی نیپال کی سب سے بڑی ندی مانی جاتی ہے جب کہ کرنالی سب سے لمبی ندی ہے۔ یہ ندیاں کوہ ہمالیہ کی گود سے بہتی ہیں اور سال بھر اس میں پانی بہتا رہتا ہے۔ ان ہی ندیوں کی طرح باگمتی، بھیری، راپتی، کیلالی، باگمتی، کملا، سیتی اور مرشیانگدی ندیاں بھی مشہور ہیں۔

نیپال میں ندیوں کو سفید سونا کا درجہ حاصل ہے، انھی ندیوں کے ذریعہ سے نیپال میں بجلی کی توانائی پیدا کی جاتی ہے۔ سون کوشی، مرشیانگدی اور تریشولی ندیوں سے سب سے زیادہ بجلی تیار کی جاتی ہے، گویا یہ بجلی پیدا کرنے کے بڑے مراکز ہیں۔ نیپال چوں کہ زراعتی ملک ہے، یہاں بڑے پیمانے پر کھیتیاں کی جاتی ہیں، ان ندیوں کے پانی سے یہاں کی کھیتیاں خوب سیراب ہوتی ہیں اور کسانوں کو کاشت کاری میں ان ندیوں سے بے شمار فائدے حاصل ہوتے

ہیں۔ ان ندیوں کے ذریعہ حکومت کی جانب سے تیار کردہ مختلف اسکیموں سے پہاڑ اور ترائی دونوں علاقوں کے کسانوں اور عام لوگوں کو الگ الگ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔کاشت کاری کے لیے سینچائی کے فوائد کے علاوہ ان ندیوں سے نیپال کے مختلف علاقوں میں پینے کا صاف پانی بھی فراہم کیا جاتا ہے۔ان میں سے کچھ بڑی اور مشہور ندیاں ایسی بھی ہیں جن سے کشتی بانی کا فائدہ عام مقامی باشندے اور سیاح دونوں حاصل کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے سیاحوں کا تانتا لگا رہتا ہے، ان میں نارائنی اور کالی گنڈکی کا نام خصوصیت سے لیا جا سکتا ہے۔نیپال کی ندیاں رافٹنگ اسپورٹس کے لیے بھی بہت معروف ہیں۔ بھوٹے کوشی، کرنالی اور تریشولی ندیاں رافٹنگ اسپورٹس کے خاص مراکز ہیں جہاں سال بھر سیاحوں کی بھیڑ رہتی ہے اور لوگ یہاں خوب تفریح کرتے ہیں۔ان مقامات پر سیاحوں کی کثرت کی وجہ سے خارجی آمدنی میں خوب اضافہ ہوتا ہے اور اس سے ملک کی قومی معیشت کو تقویت ملتی ہے۔

ہماری حکومت کو چاہیے کہ ندیوں کے ان فوائد کو پیش نظر رکھ کر مزید منصوبہ بندی کرے اور معاشی فوائد کے حصول کے لیے عمدہ پروجکٹس بنا کراور ان کی تنفیذ کرکے زیادہ سے زیادہ نفع بخش بنانے کی کوشش کرے تاکہ ہمارا ملک ترقی کرے اور بڑے پیمانے پر معیشت کو استحکام حاصل ہو۔ اگر نیپال ان ندیوں سے مناسب اور موزوں بجلی کی توانائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اپنے دو سب سے بڑے پڑوسی ملکوں ہندوستان اور چین کو بجلی فروخت کرکے کثیر منافع کمانے والا ملک بن سکتا ہے۔یہ بات یقینی ہے کہ پانی کے ذخائر کا بہتر استعمال کرکے ملک کی معیشت کافی ترقی کر سکتی ہے اور مستقبل میں ہمارا ملک ترقی کے منازل طے کر سکتا ہے۔

خطرات: ماحولیاتی آلودگی کے باعث آنے والی غیر متوقع تبدیلیاں قدرتی نظام کو انتہائی سرعت سے تباہ کررہی ہیں جس کی وجہ سے زمین پر رہنے والے انسانوں، جانوروں، پرندوں اور تمام جان داروں کے لیے خطرات اندازے سے کہیں زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ سائنس دانوں کے جمع کردہ اعداد و شمار کے مطابق دو سو برسوں کے دوران سمندر کی سطح میں ایک میٹر یا اس سے بھی زیادہ اضافہ ہو چکا ہے۔ گرین لینڈس اور انٹارکٹیکا میں برف کے تودے تیز رفتاری سے پگھل رہے ہیں جب کہ گزشتہ برسوں کے مقابلے میں سمندروں کا درجہ

حرارت اور ان میں انسان کی طرف سے پھینکی جانے والی آلودگی میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ امریکی خلائی ادارے ناسا کے مطابق سمندر کی سطح میں اضافہ کی وجہ سے دنیا بھر میں گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔ اس کی وجہ سے ۱۵۰ ملین افراد جو اس کے ارد گرد رہتے بستے ہیں،کے غرق ہوجانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ سطح سمندر سے کم اونچائی پر موجود علاقوں میں امریکی ریاست فلوریڈا بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کے بعض بڑے شہر جیسے سنگاپور اور ٹوکیو بھی غرقابی کے سنگین خطرات سے دوچار ہیں۔ نیز سمندر کی سطح میں اضافہ کی وجہ سے بحر الکاہل کے کئی جزائر بھی پانی میں چلے جائیں گے اور ان کا نام و نشان مٹ جائے گا۔

آیئے! ہم سب مل کر کوشش کریں اوراپنے آس پاس کے ندی نالوں اور دنیا میں موجود پانی کے ذخائر کی حفاظت کریں۔انہیں گندگیوں ، آلودگیوں سے محفوظ رکھیں۔ فیکٹریوں کے گندے پانی کو ندیوں میں بہائے جانے سے روکنے کی کوشش کریں۔ مقامی، صوبائی اور مرکزی حکومتوں کو مجبور کریں کہ وہ ایسی پالیسی بنائیں جس سے ملک کے پانی کے وسائل کی حفاظت کی جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان نعمتوں کے صحیح استعمال کی توفیق بخشے اور ہمارا عمل انسانیت کے لیے فائدہ مند بنائے، آمین!

مشق اور سوالات:

☆ درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(۱) دنیا کے ۵ بڑے سمندروں کے نام لکھیے۔

(۲) سمندر سے ہمیں کیا کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں؟لکھیے:

(۳) چھوٹے چھوٹے سمندروں کو کیا کہا جاتا ہے؟

(۴) ملک کی دس بڑی ندیوں کے نام لکھیے۔

(۵) سمندر کی آلودگی سے کیا نقصانات ہو سکتے ہیں بتایئے۔

☆ مضمون نویسی ایک فن ہے اور اس میں مہارت پیدا کرنے کے لیے مسلسل مشق کی ضرورت ہے۔ محنت کرکے آپ بھی اس فن کے ماہر ہو سکتے ہیں، اس مضمون کی روشنی میں سمندر پر

ایک چھوٹا سا مضمون لکھ کر اپنے استاد سے اس کی تصحیح کرائیں اور اپنے وال میگزین میں شائع کرائیں۔

☆ اس سبق میں استعمال ہوئے مشکل الفاظ کو اپنے نوٹ بک میں لکھیں اور اردو لغت کی مدد سے ان الفاظ کے معانی بھی لکھیں۔

☆ پانی زندگی ہے، نیپال کے لیے ندیاں سفید سونا ہیں، پانی قدرت کا انمول تحفہ ہے، درج بالا جملے با معنی اور محاورے کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔آپ بھی اپنے استاد کی مدد سے دس چھوٹے چھوٹے با محاورہ جملے اور ان کا مفہوم اپنی کاپی میں درج کیجیے۔

سبق نمبر ۶

غزل

حقیقت آشکارا جب ہوئی تاریک غاروں سے
تو ظلمت جل اٹھی اس شہر میں جلتے شراروں سے

سمندر کو یہاں خود سے ذرا اونچا اٹھانا تھا
مگر الجھی رہیں لہریں بغاوت میں کناروں سے

بدن کا پیرہن بھی تار ہو سکتا ہے جنگل میں
چھڑانے لگ گیا ہوں آج میں دامن کو خاروں سے

یہ معیار رفاقت تو بہت گھٹیا ہے اے جاناں !
کہ اب دشمن نکلتے ہیں رفیقوں کی قطاروں سے

ہزاروں بلبلیں ہو جاتی ہیں نغمہ سرا سن کر
جنوں کا ساز چھیڑا ہے کبھی جو دل کے تاروں سے

نہ جانے کیا گزرتی ہے فراق یار میں پیارے
کبھی تو پوچھ لینا خیریت تم دل کے ماروں سے

فلک پر یوں درخشانی سدا قائم رہے مولا
نہ ٹکڑا چاند ہو جائے کہیں آکر اشاروں سے

چلو چل کر نماز عشق پڑھ لیتے ہیں اے ثاقبؔ
صدا آنے لگی ہے اللہ اکبر کی مناروں سے

سوال وجواب:

(۶) شاعر نے کس حقیقت کے آشکارا ہونے کی بات کہی ہے؟
(۷) اس بند کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے:

سمندر کو یہاں خود سے ذرا اونچا اٹھانا تھا
مگر الجھی رہیں لہریں بغاوت میں کناروں سے

(۸) شاعر مقطع میں کیا کہنا چاہتا ہے اور اس بند میں شعری خوبی کیا ہے؟
(۹) درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
آشکارا، ظلمت، شراروں، پیرہن، رفاقت، نغمہ سرا، ، فراق، صدا

سبق نمبر ۷

الام کا سفر

الام نیپال کی خوب صورت جگہوں میں سے ایک ہے۔ یہ کوشی پردیس کا ایک ضلع ہے جس کی آبادی کافی گھنی ہے اور یہاں کا موسم سرد اور معتدل ہے۔ یہ چائے کے باغوں کے لیے مشہور ہے۔ یہاں کی پہاڑیاں اور ان کی ہریالیاں وشادابیاں آنکھوں کو بھاتی ہیں اور چائے کے باغوں کی وجہ سے یہ ایک مسحور کن علاقہ کے طور پر جانا جاتا ہے۔ دنیا بھر سے سیاح یہاں گھومنے آتے ہیں اور یہاں کے خوب صورت قدرتی مناظر اور حسین نظارے دیکھ کر فرحت و انبساط محسوس کرتے ہیں۔یہ بجا طور پر نیپال کے پہاڑوں کی رانی کہلاتا ہے۔

یہاں گھومنے اور دیکھنے کے بہت سے مناظر ہیں جنہیں دیکھ کر طبیعت خوش ہو جاتی ہے اور دل کو سرور ملتا ہے۔ یہاں کے پہاڑ، تالاب، چائے کی ہری بھری دور دور تک کھیتیاں اور خوب صورت بازار سیاحوں اور زائرین کو خوب بھاتے ہیں۔آیئے الام کے بارے میں مزید کچھ ضروری معلومات حاصل کرتے ہیں۔

اس تاریخی و سیاحتی مقام کو نگر پالیکا اور ضلع کے صدر مقام کا درجہ حاصل ہے، جومشرقی

نیپال کے مہابھارت پہاڑی سلسلہ پر واقع ہے۔ یہ ہمارے ملک میں چائے کی کاشت کے لیے سب سے معروف جگہ ہے۔ یہاں ملک کی سب سے اچھی چائے کی کھیتی ہوتی ہے۔

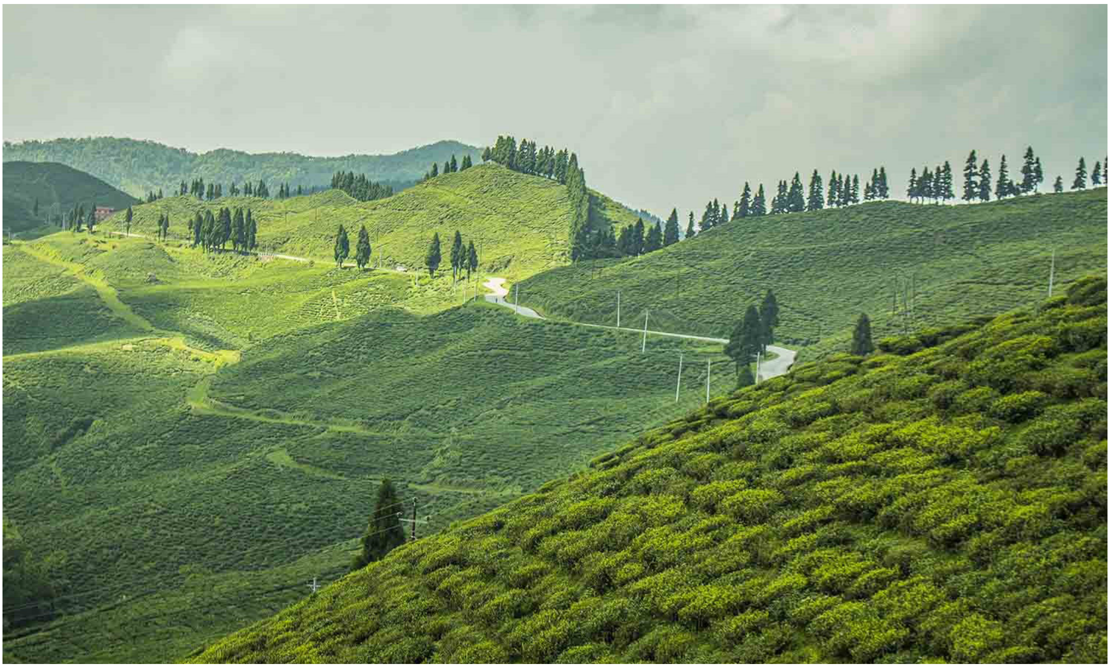

الام کا کل رقبہ ۱۷۰۳ء۳ اسکوائر کیلو میٹر ہے، اس کی اونچائی سولہ سو ستائیس میٹر ہے اور اس کی کل آبادی تقریباً بیس ہزار ہے۔ یہ مشہور ترین سیاحی مقام ہونے کے ساتھ ساتھ خود اپنے شہریوں کے لیے بھی چھٹیوں میں سیر و تفریح کا بھی مرکزی مقام ہے۔ الام کیراتی زبان ایل اور لاما سے مل کر بنا ہے جس کے معنی تہ بہ تہ سلسلۂ راستہ کے ہیں۔ اس راستے سے گذرتے ہوئے چائے کی بھینی بھینی خوشبو میں بسی ہواؤں کے جھونکوں سے مسافروں کا استقبال کیا جاتا ہے۔ یہ خطہ تا حد نگاہ ہریالیوں سے ڈھکا ہوا خوب صورتی کا دل فریب منظر پیش کرتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس کے دامن میں خوب صورت تالاب اور اوپر پہاڑوں کے سلسلے طلسماتی منظر پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ صبح تڑکے پہاڑ کے دامن اور اس کے دوسری جانب مشرق سے ابھرتی ہوئی سورج کی کرنیں پورے نیل گوں افق کو سرخ غازہ پہنائے بے مثال خوب صورتی کا شاہ کار بنا دیتی ہیں، زائرین خالق کائنات کی تخلیق کردہ ان قدرتی مناظر کو دیکھنے صبح سویرے اپنی پناہ گاہوں سے باہر نکل پڑتے ہیں۔ اونچی جگہوں اور ویو ٹاوروں پر چڑھ جاتے ہیں اور اس حسین ترین کینوس کو اپنے کیمروں میں قید کرتے ہیں۔ یہاں کا موسم

وقفے وقفے سے اور ہر لحظہ اپنے نئے رت اور انداز میں زائرین کو خوب لبھاتا ہے۔ پہاڑوں او ر وادیوں پر اجلے ابر کا طویل سایہ گویا کہ بدلیاں کھیتیوں میں اتر آئی ہوں۔

یہاں کی چائے کی کھیتی دنیا کی بہترین معیار کی مانی جاتی ہے ،دنیا بھر میں اسے برآمد کیا جاتا ہےاور یہ پوری دنیا میں پسندیدگی کی سند حاصل کرتی ہے۔

الام کا بازار رنگا رنگ اور خوب صورت مصنوعات کا حسین مرقع ہوتا ہے۔ سیاحوں کے من پسند انواع و اقسام کے سامان ، دست کاری کی چیزیں، قدیم مخطوطات کی پلیٹیں اور برتن، انواع و اقسام کی چائے کی پیکنگ اپنی رعنائیوں کے ساتھ موجود ہوتی ہیں۔اس کے علاوہ یہاں قدیم ترین چائے کی کھیتی الام ،ٹی اسٹیٹ، بھالو ڈھونگا، الام ویو ٹاور، سیتی دیوی مندر کے مناظر عام سیاحوں کے علاوہ مذہبی لوگوں کے لیے بھی پر کشش ہوتے ہیں۔الام بازار کاٹھمانڈو شہر سے ۵۲۰ کیلو میٹر کے فاصلے پر ہے جہاں بذریعہ بس ۱۳ گھنٹے کے طویل سفر کے بعد پہنچا جا سکتا ہے۔

الام میں موجود مائی پوکھری (جھیل) جو سندک پور کے علاقے میں واقع ہے، یہ اس علاقے کی رعنائی کو مزید بڑھا دیتی ہے۔یہ اپنی قدرتی بناوٹ کے لحاظ سے ۹ دہانوں پر مشتمل ہے، اس کے اندر پانی میں اچھلتی کودتی مچھلیاں دل کو لبھاتی ہیں۔اس پر مستزاد انواع و اقسام کے جھرنے اور فوارے بھی دیدنی ہوتے ہیں۔اس کے صاف پانی میں قدرتی ہریالی اور پہاڑوں کے دلفریب مناظر اتر آتے ہیں جسے دیکھ کر قدرت کی حسین صناعی کا بے اختیار احساس دل میں ابھرتا ہے، یہ تالاب ۲۱۰۰ میٹر (۶۹۰۰ فٹ) کی بلندی پر واقع ہے، اس کے آس پاس گھنے جنگل ہیں جس میں انواع و اقسام کی جڑی بوٹیاں ، مسک کی ہرنیں اور دیگر جنگلی جانور قلندیں مارتے پھرتے ہیں۔ ان قدرتی مناظر کو دیکھ کر اللہ رب العالمین کی حمد و ثنا اور اس کی تعریف وتوصیف سے دل معمور ہو جاتا ہے۔ نیزالام ملک کی معاشی ترقی کا ایک خاص سیاحتی علاقہ اور اہم ذریعہ ہےجس سے ملک کو بھرپور فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

مشق اور سوالات

☆ درج ذیل سوالات کے جوابات بتایئے:

(۱) الام کس صوبہ اور کس ضلع میں واقع ہے؟

(۲) سمندر کی سطح سے الام کی اونچائی کتنی ہے؟
(۳) جانے والے مشہور بازار کا نام کیا ہے؟
(۴) الام سب سے زیادہ کس بات کے لیے مشہور ہے؟
(۵) الام میں موجود خوب صورت تالاب کا نام کیا ہے؟
(۶) الام کا کل رقبہ اور اس کی کل آبادی کتنی ہے؟

☆ درج ذیل مشق مکمل کرکے اپنے استاذ کو دکھائیے:

(۱) آپ اپنے دوستوں کے ساتھ الام کی سیر کو جائیں اور اپنے نوٹ بک میں وہاں کی منظر کشی کریں۔جس سے دیگر لوگوں کو وہاں کے سیر کی خواہش پیدا ہو۔

(۲) اس سبق میں موجود درج ذیل الفاظ کے معانی اپنے استاد کی مدد سے معلوم کریں اور انہیں جملوں میں استعمال کریں۔

رعنائی، صناعی، غازہ، طلسماتی، مسحور کن ، قلندیں، فرحت، انبساط، دست کاری، مستزاد، سیاح، مخطوطات

(۳) درج ذیل الفاظ کو غور سے پڑھیں اور ایسے ہم وزن الفاظ آپ بھی ڈھونڈھ کر انہیں نوٹ کریں اور ان کی مشق کریں۔

قدرت، ندرت

(۴) اپنے تین دوستوں کی مدد سے اپنے گاؤں پالیکاپر ایک مضمون لکھیے جو کم از کم پانچ صفحات کا ہو۔جس میں یہاں کی معروف اور قابل سیاحت جگہوں ،ندی نالوں، پل، مسجدوں ، مدرسوں اور اسکولوں کی تعداد، کن درجات تک پڑھائی ہوتی ہے، آپ کے گاؤں پالیکا کاآفس کس مقام پر ہے ، آپ کے پالیکا کی کل آبادی کتنی ہے؟زیادہ تر آپ کے گاؤں میں کن چیزوں کی کھیتیاں ہوتی ہیں؟خود آپ کے مدرسے میں کتنے طلبہ و طالبات پڑھتے ہیں اور آپ کے مدرسے کی چند خصوصیات، اپنے استاد کی مدد سے ان سوالوں پر مشتمل ایک رپورٹ تیار کیجیے اور اسے ماہانہ وال میگزین میں شائع کیجیے۔

(۵) آپ پچھلے سال تعلیمی سیاحت پر کہاں گئے تھے ، اس کی روداد اپنے الفاظ میں قلم بند کیجیے۔

عقیدۂ آخرت

اس سے قبل ایمان اور عقیدہ کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں، آج عقیدۂ آخرت کے بارے میں پڑھیں گے۔ آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ حسب ذیل حقیقتوں کو سچے دل سے تسلیم کیا جائے اور ان پر مکمل یقین رکھا جائے۔

انسان کی پیدائش ایک اعلیٰ اور واضح مقصد کے تحت ہوئی ہے۔ وہ ایک ذمہ دار ہستی ہے۔ اس کے پیدا کرنے والے نے اسے زندگی بسر کرنے کا ایک مکمل ہدایت نامہ دے کر پیدا کیا ہے۔ اس کے مطابق عمل کرنا ہی حق اور نیکی ہے اور اسے چھوڑ کر من مانا طریقہ اختیار کرنا گمراہی اور برائی ہے۔

موت کے ساتھ ہی انسان کی زندگی ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ اس کے بعد ہی ابدی اور ہمیشہ کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں وہ جو کچھ کرتا ہے، اپنے مادی نتائج کے اعتبار سے اگرچہ وہ اسی جگہ ختم ہو جاتا ہے، مگر اپنے اخلاقی نتائج کے اعتبار سے سب کا سب

باقی رہتا ہے۔ ایک دن ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت کے مطابق زمین و آسمان کا یہ سارا کار خانہ تہ و بالا کر دیا جائے گا اور اس زمین پر ایک جان دار بھی زندہ نہیں رہے گا۔ سب موت کی نیند سلادیے جائیں گے۔ اسے " قیامت کہتے ہیں۔

قیامت کے بعد وہ سارے انسان جو دنیا کی ابتداء سے آج تک پیدا ہو کر مر چکے ہیں اور ابھی اُس دن کے آنے تک پیدا ہو کر مریں گے۔ان سب کی زندگی کا دوسرا دور قیامت کے دن سے شروع ہوگا۔ اس دور کی ابتداء اس بات سے ہوگی کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کیے جائیں گے، اور وہ ہم سے ہماری زندگی کے پہلے دور یعنی دنیا کی زندگی کا حساب لے گا۔ اس وقت ہماری ذرہ ذرہ نیکی اور بدی کا سچا ریکارڈ ہمارے سامنے رکھ دیا جاے گا۔ عدل کا ترازو نصب ہوگا۔ ہر شخص کا عمل بہت باریکی سے تولا جائے گا۔۔ جس خوش نصیب کے عمل میں نیکیاں زیادہ ہوں گی اوراس کا اعمال نامہ نیکیوں کا اعمال نامہ قرار پائے گا،اس کوزندگی کا یہ دوسرا دور بسر کرنے کے لیے نعمتوں بھری جگہ عطا ہوگی۔ یہ نعمتیں بے حد و حساب ہوں گی اور کبھی ختم نہ ہوں گی۔ ایسی ہوں گی جن کا اس دنیامیں رہتے ہوئے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور جن کے بعد انسان کو کسی اور چیز کی آرزو تک نہ ہو گی۔ اس جگہ کا نام جنت ہے۔

جس بد نصیب کا معاملہ اس کے بر عکس ہو گا،یعنی جس کے عمل میں برائیاں زیادہ ہوں گی اور جس کااعمال نامہ برائیوں کا اعمال نامہ ٹھہرے گا جواپنی زندگی کا پہلا دور غفلت اور حق ناشناسی کے ساتھ گزار کر اللہ کے سامنے حاضر ہوا ہوگا، اسے زندگی کا یہ دوسرا دور بسر کرنے کے لیے ایک ایسی جگہ دی جائے گی۔ جونا قابل بیان تکلیفوں اوراذیتیوں کی جگہ ہوگی، ایسی تکلیفوں اور اذیتوں کی جگہ جو کبھی ختم ہونے والی نہ ہوں گی۔ اس جگہ کا نام جہنم ہے۔

اس حساب کتاب اور فیصلے کے بعد ہماری زندگی کا دوسرا دور اپنی پوری کیفیت کے ساتھ وجود میں آجائے گا اور وہ دور ایسا ہو گا جس کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔ وہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ وہاں موت کا نام ونشان باقی نہ رہے گا۔یہی ہے وہ چیز جسے آخرت کہا جاتا ہے۔

جنت کی زندگی اور دوزخ کی زندگی کی تفصیلات قرآن مجید میں موجود ہیں۔ جنت میں داخل ہونے والا دنیا کی ساری مشکلات بھول جائے گا۔ دنیا کا دکھ ، عذاب ، آزمائش ، ظلم غرض کہ ہر پریشانی کو بھول جائے گا۔ اب وہ عیش و آرام میں ہوگا۔ رہنے کو سونے چاندی کے حسین

محلات ہوں گے۔ بالاخانوں پر استقبال کے لیے حوریں ہوگی ، دائیں بائیں خدمت کے لیے بالکل نوخیز خدام وغلمان ہوں گے۔ آرام کے لیے گاؤ تکیے بچھے ہوں گے۔ کھانے پینے کی ہر چیز میسر ہوگی اور اشارہ پاتے ہی خدام تازہ تازہ ماکولات ومشروبات پیش فرمائیں گے۔ وہاں سب جوان ہوں گے اور ساتھ میں ہم عمر دوشیزائیں ہوگی جو ہر وقت دل بہلانے کو حاضر ہوں گی۔ جنت میں جو حسن ، جو نعمت اور جو عیش ہوگا وہ دنیا سے ہزار گنا بہتر ہوگا بلکہ اس سے بھی بالا اور انسانی وہم وگمان سے باہر ہوگا۔

جہنم ایسی ہوگی کہ وہاں نمرود، ہامان اور فرعون بھی پہنچے گا تو دنیا میں اپنے قائم کردہ عیش کدوں کو بھول جائے گا۔ وہاں ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی۔ آگ ہی کھانا ، وہی پینا، وہی بچھونا ، وہی لباس اور وہی مکان ہوگا۔ اسی آگ میں جہنمی چیخیں گے ،چلائیں گے ، روئیں گے لیکن کوئی ان کی سننے والا نہیں ہوگا۔ کھانے پینے کو آگ کے علاوہ کانٹے ، تھوہر، گرم اور کھولتا ہوا پانی، جلتے پتھر ، پیپ ، خون ، زخموں کا دھوون ملے گا جسے وہ کھا نہیں سکیں گے اور جب کچھ اور مانگیں گے تو ان کو پھر وہی سب دیا جائے گا۔ پیٹ کی انتڑیاں باہر ہوجائیں گی ، زبانیں باہر نکل آئیں گی اور لوگ اسی پر دوڑیں گے اور ساری گندگیاں اسی پر ہوں گی۔ جہنمی موت کی تلاش میں کبھی دائیں کبھی بائیں بھاگیں گے لیکن موت نہیں آئے گی۔

آخرت پر ایمان لانے کی اہمیت:

مؤمن ہونے کے لیے بالکل ناگزیر ہے کہ جس طرح اللہ پر ایمان لایا جائے ، اسی طرح آخرت پر بھی ایمان لایا جائے۔ اس کے بغیر آدمی مؤمن اور مسلم نہیں ہو سکتا۔ عقیدۂ آخرت کے بغیر اللہ پر ایمان کا ہونا بھی کوئی معنی نہیں رکھتا۔ آخرت کا آنا بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات ہی کا ایک ضروری تقاضا ہے۔ مثلاً اس کی صفت عدل کا ، اس کی صفت حکمت کا، اس کی صفت رحمت کا ، اس کی صفت قدر شناسی کا اور اس کی صفت حاکمیت کا، قیامت کے نہ آنے اور انسانی عمل کی جزا نہ ملنے کی شکل میں یہ بات محض ایک بے معنٰی دعوی بن کر رہ جاتی ہے کہ اس دنیا کا پیدا کرنے والا عادل اور حکیم ہے ، رحیم اور شکور (قدرداں) ہے، مالک اور فرماں روا ہے، کیوں کہ اعمال کے اخلاقی نتائج اس دنیا میں تو جیسے چاہیے، سامنے آتے دیکھے نہیں جاتے۔ ظالم پھولتا پھلتا ہے تو حق پسند مصیبتیں اٹھاتا رہتا ہے۔ اس لیے اس

زندگی کے بعد اگر اس کا کوئی موقع نہ آئے کہ ہر شخص اپنے کیے کا بدلہ پائے ، تو یہ ایک عجیب و غریب صورت حال ہوگی، جو اللہ تعالیٰ کے عدل و حکمت اور اس کی رحمت و حاکمیت کی صریح نفی ہوگی۔ اس لیے اللہ پر ایمان رکھنا اور جزا و سزا کا انکار کرنا ، دونوں باتیں لفظوں کی حد تک تو اکھٹی ہو سکتی ہیں ، مگر حقیقت میں کبھی ایک نہیں ہو سکتی ہیں۔

شفاعت کبریٰ: دوسری صور پھونکی جائے گی تو سب زندہ ہو کر محشر میں جمع ہوں گے اور حساب کتاب کا انتظار کریں گے۔ محشر کا منظر بڑا بھیانک ہوگا۔ نفسی نفسی کا عالم ہوگا ، ہر شخص اپنے جاننے والوں سے بھاگتا پھرے گا۔ سورج بس چند فاصلے پر ہوگا اور گرمی سے سب پسینے میں ڈوب جائیں گے۔ اس اندیشہ میں کہ آگے کیا ہوگا سب کی حالات دگرگوں ہوگی۔ ہاں انبیائے کرام اور اللہ کے نیک بندے عرش کے سایے میں ہوں گے۔

حدیث میں ہے کہ اس طرح ایک عرصہ بیت جائے گا۔ لوگ انتظار کی سختی اور گرمی سے عاجز آکر نبیوں کے پاس جائیں گے لیکن کسی نبی کو یہ مجال نہ ہوگا کہ اللہ سے فریاد کرے بالآخر رسول اکرم ﷺ اللہ سے فریاد کریں گے ، سجدہ میں گرجائیں گے اور دیر تک اللہ کے سامنے روئیں گے۔تب اللہ کی جانب سے اعلان ہوگا کہ اب حساب کتاب شروع کیا جارہا ہے۔ اسی شفاعت کو شفاعت کبریٰ کہتے ہیں اور حدیث میں اسے مقام محمود کہا گیا ہے۔ ہر اذان کے بعد دعا میں ہم سب اسی کی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے آخری نبی ﷺ کو مقام محمود سے سرفراز فرما۔

حساب کتاب شروع ہوگا تو ایک ایک فرد لایا جائے گا اور اللہ کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ سوالات ہوں گے اور بغیر جواب دیے وہاں سے کوئی ٹل نہیں سکتا ہے۔نیک لوگوں کو اعمال کی بنیاد پر دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا اور فرشتے جنت میں لے جائیں گے۔ جب کہ بد کار لوگوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا اور فرشتے گھسیٹ کر انہیں جہنم میں پھینک دیں گے۔ محشر کا یہ عرصہ بہت ہی طویل یعنی پچاس ہزار سال کا ہوگا۔

شفاعت کا اسلامی تصور:

آخرت میں اس بات کا فیصلہ کرنا کہ دنیا میں کس شخص نے ایک فرض شناس بندے

کی حیثیت سے زندگی بسر کی ہے ، اس لیے اسے یہاں جنت کی زندگی ملنی چاہیے ، تمام تر اللہ ہی کے ہاتھ میں ہوگا اور یہ فیصلہ کرنا اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہ ہوگا۔ اللہ انسانوں کے ہر عمل سے باخبر ہے:

حکومت اس دن صرف اللہ کی ہوگی، وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔(الحج: ۵۶)

اللہ ہی ساری کائنات کا حاکم اور مالک ہے، اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ فیصلوں کا اختیار کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہو۔ وہ علیم ہے، ازل سے لے کر ابد تک کی ہر بات سے وہ براہ راست واقف ہے۔ کس نے دنیا میں کیا کیا ہے ؟ اس کے ہاتھوں نے کیا کمایا ہے؟ اس کے دل کے ارادے کیا رہے ہیں ؟ اس کا سینہ کن جذبات کو پالتا رہا ہے ؟ رات کی سنسان تاریکیاں اور دن کی مصروف گھڑیاں اس نے کس طرح اور کن کاموں میں گزاری ہیں ؟ یہ سب اس کے سامنے ایسا ہی روشن ہوگا جس طرح ہماری نگاہوں کے سامنے دوپہر کا سورج روشن ہوتا ہے۔

اس حقیقت کی موجودگی میں صحیح فیصلوں تک پہنچنے کے لیے وہ قطعاً کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہوسکتا،نہ کسی اور کی رائے یامشورے یا شہادت کی اسے کوئی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ وہ عادل ہے،اس لیے یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ کسی سفارش پر ان لوگوں کو بھی بخش دے جو اپنے ایمان اور عمل کے لحاظ سے اصولاً بخشے جانے کے مستحق نہ ہوں کیوں کہ یہ انصاف کی بات نہ ہوگی۔ اس طرح کی کوئی سفارش وہاں کام نہ آسکے گی۔ کام نہ آسکنے کی بات تو الگ رہی، سرے سے ایسی کوئی سفارش کی ہی نہ جاسکے گی :اُس دن کے آنے سے پہلے، جس دن کہ نہ کوئی لین دین ہوگا ، نہ کوئی دوستی ہوگی اور نہ کوئی سفارش ۔(البقرة: ۲۵۴)

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آخرت میں کسی قسم کی کوئی شفاعت ہوگی ہی نہیں۔ بلکہ اللہ کی اجازت سے قیامت کے دن کچھ لوگ کچھ لوگوں کی شفاعت کریں گے۔اللہ اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کو شفاعت کا موقع دے گا۔

یہ شفاعت جس نوعیت کی ہوگی اس کا بہت کچھ اندازہ لگا یا جا سکتا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا ، یا اس صفت کے کسی لازمی تقاضے کا انکار لازم نہ آتا ہوگا اور جو اس حقیقت سے کسی طرح بھی ٹکراتی نہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ہی اس پوری کائنات کا مالک و فرمان

روا ہے ،وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اس کا ہر کام اور ہر فیصلہ عدل وانصاف اور حکمت کے تحت ہوتاہے۔ شفاعت عام اور بے قید نہ ہوگی،بلکہ کچھ شرطوں کے ساتھ ہوگی۔ قرآن مجید نے اس ضابطہ اور اصول کی پوری تفصیل بھی بیان کر دی ہے ،جس کے تحت یہ شفاعت ہوگی ، اور وہ یوں ہے :۔

(۱) شفاعت کا معاملہ پورے کا پورا اللہ تعالیٰ کے اپنے ہاتھ میں ہوگا ، اور جو کچھ ہو گا اس کی مرضی کے تحت ہی ہوگا۔

(۲) شفاعت کے لیے زبان صرف وہی شخص کھول سکے گا جسے اللہ تعالیٰ اذن دے گا۔

(۳) شفاعت کرنے والا شفاعت صرف اسی شخص کے بارے میں کر سکے گا جس کے حق میں شفاعت کرنے کی اسے اللہ تعالیٰ کی اجازت اور رضا مل چکی ہوگی۔

(۴) شفاعت میں وہ صرف ایسی ہی بات کہے گا جو ہر پہلو سے ٹھیک اور مطابق واقعہ ہوگی۔

شفاعت کرنے والا نہ کسی شخص کے ایمان و عمل کے متعلق اللہ تعالیٰ کی معلومات میں کوئی اضافہ کرے گا ، نہ اس کے قابل مغفرت قرار دینے کی بات منہ سے نکال سکے گا ، اور نہ کسی جہت سے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اثر انداز ہونے کا خیال تک دل میں لا سکے گا، بلکہ یہ کرے گا کہ اے سلطان کائنات اور وہ بھی اس کی اجازت ملنے کے بعد، عاجزانہ درخواست کرے گا ، رحم وکرم کی بھیک مانگے گا ، کہے گا کہ مالک ! اپنے فلاں بندے کی گناہوں کو معاف کر دے ، اس کی کوتاہیوں سے در گزر فرما ، اسے اپنی رحمت اور مغفرت کے دامن میں لے لے۔ اس طرح حقیقت واقعی تو یہ قرار پاتی ہے کہ جس طرح اس شفاعت کا قبول کرنے والا اللہ تعالیٰ ہوگا، اسی طرح یہ شفاعت کرنے والا یا شفاعت کرانے والا بھی اصلاً وہی ہوگا۔ چناں چہ بعض مقامات میں قرآن مجید نے یہ صراحت بھی کر دی ہے۔ مثلاً : - ان کے لیے اس کے سوا نہ کوئی کارساز ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا۔

یہ شفاعت کرنے والے کون لوگ ہوں گے، اور جن کے حق میں شفاعت کی جائے گی،وہ کون اور کیسے لوگ ہوں گے ؟ اس سلسلے میں حدیث یہ بتاتی ہے کہ شفاعت کرنے والے اللہ کے نیک اور مقرب بندے ہوں گے ، اور جن کے حق میں شفاعت کی جائے گی وہ ایسے لوگ ہوں گے جن کا ایمان و عمل حساب کتاب کے وقت کچھ ایسا کم وزن ثابت ہوا ہو گا کہ

اللہ تعالیٰ کے عام قانون مغفرت کے تحت وہ بخشے جانے کے مستحق نہ قرار پاسکیں گے اور اس استحقاق میں کچھ کسر رہ گئی ہوگی۔ یہی کسر وہ چیز ہوگی جس سے درگزر کرانے کے لیے شفاعت کی جائے گی۔

اس شفاعت کی اصل غرض وغایت اللہ کی جانب سے اس کے اُن خاص بندوں کو عزت بخشنی ہو گی جن کو وہ اپنی بارگاہ میں زبان کھولنے اور عرض معروض کرنے کی اجازت دے گا۔ حشر کے بھرے میدان میں سب خاموش ، سہمے اور سرجھکائے کھڑے ہوں گے اور کسی کو دم مارنے تک کا یارا نہ ہوگا۔ ان لوگوں کے لیے یقیناً بڑی ہی عزت اور شرف کی بات ہوگی جنھیں بات کرنے کی اجازت مل جائےاور بات بھی اتنی بڑی گزارش کے لیے کہ خدایا مغفرت فرمادے ، اور پھر فرماں روائے کائنات کی طرف سے اس گزارش کو منظور کر لیے جانے اور ان بندوں کے بخش دیے جانے کا اعلان بھی ہوجائے گا۔ شفاعت کا یہ حسین موقع اور اعزاز انبیائے کرام کو بالخصوص آخری نبی حضرت محمد ﷺ اور اللہ کے دیگر نیک بندوں کو ملے گا۔یہ حضرات اللہ کی اجازت سے مخصوص بندوں کی سفارش کریں گے۔

شفاعت در اصل اللہ تعالیٰ کے ایک ایسے خاص ضابطہ مغفرت کا نام ہے جو مغفرت کے عام قانون سے قدرے مختلف ہے۔ اس کو ہم مغفرت کا رعایتی ضابطہ کہہ سکے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفت توحید، صفت عدل ، صفت حاکمیت اور صفت علم و حکمت کے تقاضوں سے بہر حال ہم آہنگ ہے ، اور جس سے اصل قانون جزا و سزا کی معنویت کو ذرا بھی خراش نہیں لگتی۔

اللہ پر اور آخرت پر ٹھیک ٹھیک ایمان رکھنے کا مقصد یہی ہے کہ انسان کو حقیقت کا صحیح علم ہو جائے، تاکہ وہ اپنی زندگی میں عمل کا صحیح رویہ اختیار کرسکے، اور دنیا میں اللہ کا بندہ اور اس کا فرمانبردار بن کر رہے۔ کیا شفاعت کا وہ تصور جو یہود اور ہنود کا ہے وہ کسی انسان کو اصل حقیقت اور صحیح راہ عمل پر گامزن رہنے دے سکتا ہے؟ نہیں، قطعاً نہیں۔ کیوں کہ وہ تو اسے خوش فہمی میں مبتلا کر دیتا ہے کہ آخرت کی بازپرس میں کامیابی کا اصل انحصار ایمان وعمل پر نہیں بلکہ کچھ بزرگ ہستیوں کی خوشنودی اور شفاعت پر ہے۔ ان ہستیوں کی خوشنودی اور شفاعت کے میسر آنے کا انحصار صرف اس بات پر ہے کہ ان کے آستانے پر عقیدت کی

نذریں پیش کی جاتی رہیں۔

اس لیے آخرت کے اسلامی عقیدے کو اس کی اپنی صحیح شکل میں ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے کے لیے ضروری ہے کہ شفاعت کے بارے میں انسان کا ذہن اچھی طرح صاف ہو گیا ہو۔

مشق اور سوالات

(۱) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

نصب، شفاعت، حدود، قدر شناسی، خوش فہمی، زیست۔

(۲) زندگی اور موت کا اسلامی تصور کیا ہے؟ بیان کیجیے:

(۳) قیامت کسے کہتے ہیں؟

(۴) کیا آخرت کا عقیدہ رکھنا لازم ہے؟

(۵) عقیدہ آخرت سے آپ نے کیا سمجھا ہے؟

(۶) شفاعت کا اسلامی تصور بیان کیجیے:

مشق:

(۱) ہندو دھرم کے لوگ آخرت کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ پاس پڑوس میں کسی پڑھے لکھے ہندو سے معلوم کرکے لکھیے:

(۲) آیت الکرسی کا مکمل اردو ترجمہ لکھیے:

سبق نمبر ۹

انٹرنیٹ

بیسویں اور اکیسوی صدی سے علمی اور صنعتی ترقی کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ پچھلے ہزاروں سالوں میں انسانوں نے جو چیزیں نہیں دیکھی تھیں ،اب روز افزوں نئے مشاہدات اور نئ معلومات کا خزانہ لوگوں کے سامنے ہے اور علمی ترقی اور جدید ایجادات نے اب انسانوں کو ایک دوسرے سے قریب کر دیا ہے۔انھی ترقیوں میں ایک اہم نام انٹرنیٹ کا بھی ہے، جو اس زمانے کی سب سے اہم اور مفید ایجاد ہے۔ اس کے ذریعہ دنیا کے ہر کونے سے علم اور معلومات کو دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے، جدید ترقیات کا پتا لگایا جا سکتا ہے، گھر بیٹھے دنیا کی ساری معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں، طلبہ اپنے روم میں بیٹھ کر ریسرچ کر سکتے ہیں ، ہوم ورک کرسکتے ہیں ، اپنے مشکل اسباق کو حل کر سکتے ہیں۔مختلف یونیورسیٹیوں کی کتابوں کو پڑھ سکتے ہیں، دنیاکے ہر کونے میں ایک دوسرے سے رابطہ کر سکتے ہیں، بات چیت کرسکتے ہیں، علمی مواد کو بھیج سکتے اور حاصل کر سکتے ہیں ، ڈاکٹرس آپریشن کے وقت دنیاکے دوسرے ماہر ڈاکٹر کی مدد لے سکتے ہیں، تجارتی دنیا میں آن لائن خرید وفروخت کر سکتے ہیں، بڑے سے بڑے کارو بار کو فروغ دے سکتے ہیں۔غرض انٹرنیٹ نے آج پوری دنیا کو ایک گاؤں میں

تبدیل کر دیا ہے۔

انٹرنیٹ کی ایجاد پر پچاس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔۱۹۶۹ء کے اختتام میں، چاند پر انسانی قدم پڑنے کے کچھ ہفتوں بعد یونیورسٹی آف کیلیفورنیا کے پروفیسر لیونارڈ کلائن روک نے ۶۰ کی دہائی میں انٹرنیٹ کی ایجاد پر کام کرنا شروع کیا تھا اور اسے بڑی کامیابی ملی۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۹ء میں انٹرنیٹ کا آغاز ہوا، یہ کلائن روک کا مضبوط دعویٰ ہے، کیونکہ اسی تاریخ کو پہلی مرتبہ انٹرنیٹ کا استعمال کرتے ہوئے پیغام ایک سرے سے دوسرے سرے پر بھیجا گیا تھا۔انتیس اکتوبر ۱۹۶۹عیسوی رات ۱۰ بجے جب کلائن، اس کے ساتھی پروفیسر اور طلباء ہجوم کی صورت میں اس کے گرد جمع تھے تو کلائن روک نے کمپیوٹر کو آئی ایم پی کے ساتھ منسلک کیا جس نے دوسرے آئی ایم پی سے رابطہ کیا جو سیکڑوں میل دور ایک کمپیوٹر کے ساتھ منسلک تھا۔چارلی کلین نامی ایک طالب علم نے اس پر پہلا میسج ٹائپ کیا اور یوں انٹرنیٹ کا کامیاب سفر شروع ہوا۔

انٹرنیٹ کی تاریخ اور اس کی ضرورت:

یہ بات تو ہم سب جانتے ہیں کہ روس اور امریکہ کے درمیان ایک سرد جنگ کا آغاز ۱۹۵۰ء کی دہائی سے ہو چکا تھا اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے ٹیکنالوجی اور جنگی میدان میں مقابلہ جاری تھا۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو روس نے خلاء میں پہلا راکٹ بھیج دیا اور اس موقع پر امریکہ کو بہت ہزیمت محسوس ہوئی۔ امریکی حکومت نے Advanced Research Project Agency نامی ادارے کی بنیاد رکھی جس کا مقصد نہ صرف دیگر ممالک کی ٹیکنالوجی پیش رفت پر نظر رکھنا تھا بلکہ امریکہ کو بھی ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی دینا تھا۔لیکن اس مقصد کے لیے ضروری تھا کہ ادارے اور یونیورسٹیاں آپس میں مربوط ہو سکیں۔J. C. R. Licklider نامی شخص نے مختلف کمپیوٹرز کو آپس میں جوڑنے کا نظریہ پیش کیا جس میں تین تعلیمی اداروں کو آپس میں جوڑا گیا۔انٹر کنیکشن ورکس کو ترقی دی گئی، امریکی ادارے ARPANET نے ۱۹۶۹ء میں مزید چار اداروں یعنی University of California, Santa Barbra اور Los Angeles, سٹینفورڈ یونیورسٹی اور یونیورسٹی آف یوٹا کو آپس میں جوڑا۔سائنس دانوں نے ٹیلی فون کا استعمال کرتے ہوئے ایک دوسرے سے بات کی اور ساتھ ساتھ جو لفظ ٹائپ کرتے

وہ فون پر کنفرم کرتے کہ آیا وہ لفظ دوسروں کو نظر آرہا ہے۔اس نیٹ ورک پر کام جاری رہا اور۱۹۷۲ءتک ARPANET سے منسلک کمپیوٹرز کی تعداد ۲۳ ہو گئی، ساتھ ہی ای میل کا نظریہ بھی سامنے آچکا تھا جس میں @کا سائن شامل کرلیا گیا تھا۔ڈیٹا ٹرانسفر کے لیے پروٹوکولز کا استعمال کیا گیا اور انٹر نیٹ پر سب سے مشہور پروٹوکول TCP/IPوضع کیا گیا جس کے استعمال سے مختلف طرح کے کمپیوٹر آپس میں ڈیٹا منتقل کرتے ہیں۔

Vint Cerf اورBob Kahnکو بابائے انٹرنیٹ بھی کہاجاتا ہے۔ انھوں نے کمپیوٹر ز کے درمیان ڈیٹا ٹرانسفر کا طریقہ TCP/IPکی ایجاد اور اسے بہتر بنا یا۔ پھر وہ دن بھی آیا جب اجنوری۱۹۸۳ء کو TCP/IPکوARPANET کے ڈیٹا ٹرانسفر پروٹوکول بنا دیا گیا۔پھر۱۹۸۹ء میں ایک یورپی سائنسدان Tim Berners-Leeنے wwwکا نظریہ پیش کیا اور ۱۹۹۳ء میں Marc Andreessenنے انٹرنیٹ کی تاریخ کا پہلا براؤزر Mosiacکے نام سے بنایا۔

آپ کو یہ بات بھی بہت دل چسپ معلوم ہوگی کہ Symbolics.com نامی ویب سائیٹ وہ پہلی سائیٹ ہے جسے ۱۵مارچ۱۹۸۵ء کو رجسٹر کروایا گیا۔ ۱۹۹۵ء میں ہمارے پاس ایمزون تھا،۱۹۹۸ء میں گوگل اور۲۰۰۱ء میں وکی پیڈیاجیسے ویب سائٹ میسر ہوئےاور اُس وقت تک ۵۱۳ ملین لوگ آن لائن ہو چکے تھے۔ اس رفتار سے اندازہ لگایاجا سکتا ہے کہ انٹر نیٹ نے کتنی تیزی سے کامیابی کی منازل طے کیں اور اب انٹرنیٹ اپنی اگلی جنریشن میں داخل ہونے کو تیار ہے، جسے میٹاورس کہا جاتا ہے۔دعویٰ کیا جارہا ہے کہ اس میٹا ورس کی مدد سے آپ ہیڈ سیٹ کا استعمال کرتے ہوئے ڈیجیٹل دنیا میں قدم رکھ پائیں گے اور اپنے روز مرہ کے کام سر انجام دے سکیں گے۔

انٹر نیٹ کی ترقی:

انٹر نیٹ کے ارتقاء کا عمل اتنا برق رفتار رہے کہ یہ بہت سے نشیب و فراز جو اس دنیا نے گذشتہ ۵۰ دہائیوں میں دیکھے، ان سب کا "گواہ" بن گیا۔ آج انٹرنیت اپنی ایک الگ دنیا رکھتا ہے۔کلائن نے پہلا پیغام بھیجتے وقت یہ سوچا بھی نہیں ہوگاکہ ۵۰برس بعد یہ دنیا انٹر نیٹ کے ذریعے، فیس بک، ٹوئٹر ،واٹس ایپ اور انسٹا گرام جیسی ورچوئل ورلڈ (آن لائن دنیا)سے متعارف ہو گی ،جس کا استعمال دنیا کی سپر پاورز کے وزرائے اعلیٰ، وزرائے اعظم اور صدر

بھی کیا کریں گے۔یہ انٹرنیٹ ترقی کی منازل طے کرتا ہوا آج اس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ پوری دنیا صرف ۱۳۵ سے ۱۵۰ گرام کے موبائل میں قید کرکے آپ کے ہاتھ میں پکڑا دی گئی ہے۔ آج دنیا کے ۴ ارب ۶۶ کروڑ یا اس سے زیادہ لوگ انٹرنیٹ کا استعمال کر رہے ہیں۔

انٹرنیٹ کے فوائد:

انٹرنیٹ کے ذریعہ دنیا بھر کی معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ ہزاروں لاکھوں کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں، اپنا ہوم ورک انٹرنیٹ کی مدد سے بآسانی کر سکتے ہیں، امتحانات کی تیاری کر سکتے ہیں، لوک سیوا آیوگ اور دیگر سرکاری امتحانات کے پرچوں کو حل کرنے کی مشق کر سکتے ہیں، جدید اور عام معلومات اکٹھا کر سکتے ہیں، دنیا بھر کی خبریں معلوم کر سکتے ہیں، کہاں کے حالات کیا ہیں؟ منٹوں میں باخبر ہو سکتے ہیں،دنیا کی جدید ترین ترقیات کی معلومات حاصل کر سکتے ہیں، انٹرنیٹ کی مدد سے دنیا کے کسی آفس کا کام گھر بیٹھے کر سکتے ہیں۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں روپے بھیج سکتے ہیں، سکینڈوں میں خبریں بھیج اور معلوم کر سکتے ہیں۔ ویڈیو اور آڈیو کال کر سکتے ہیں۔ گھر بیٹھے خریداری کر سکتے ہیں۔ساری دنیا کی معلومات حاصل کر سکتے ہیں، اپنے دوست واحباب کو تصاویر و معلومات فوری طور پر بھیج سکتے ہیں اور حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کا استعمال کرکے دنیا کے ماہر اور خوش الحان قاریوں کی تلاوت ڈاؤن لوڈ کرکے آپ اچھی تلاوت قرآن سیکھ سکتے ہیں۔ حمد و نعت اور نظمیں سن سکتے ہیں اور مشق کر سکتے ہیں، بچیاں بآسانی گھریلو پکوان سیکھ سکتی ہیں، نیٹ کا استعمال کرکے جدید اور لذیذ کھانے بنا سکتی ہیں۔نئے نئے طرز کے کپڑوں کے ڈیزائن کی کاپی کرکے خوب صورت کپڑے بنا سکتی ہیں۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) کا استعمال کرکے کتابیں، مضامین لکھ سکتے ہیں، مختلف موضوعات پر مضامین تیار کروا سکتے ہیں، پروجیکٹس تیار کر سکتے ہیں، ریسرچ کر سکتے ہیں، علاج معالجہ کروا سکتے ہیں، کارو بار کر سکتے ہیں، آن لائن پیسوں کی ادائیگی کر سکتے ہیں۔

انٹرنیٹ کے نقصانات:

انٹرنیٹ کی ایجاد کے بعد پچھلی دو دہائیوں میں بطور خاص اس کا استعمال بڑے پیمانے

پر ہونے لگا اور ساری دنیا اس سے جڑ گئی، جس کے نتیجے میں دنیا کے ماہرین اور عام انسان اس سے جہاں ایک طرف فائدہ اٹھا رہے ہیں وہیں دنیا کو نقصان پہنچانے والے انسانیت کے دشمن اس کا ناجائز استعمال کرکے بالخصوص نئی نسل کو بہت زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں،انٹرنیٹ کے ذریعہ فحش اور گندی تصویروں اور ویڈیوز کو نیٹ پر اپ لوڈ کرکے نوجوان نسل کو تباہ کرنے کا کام کیا جارہا ہے۔ اسی طرح فحش،لایعنی اور انتہائی مضر مواد کو نیٹ کے ذریعہ عام انسانوں تک پہنچا کر ان کے ذہنوں کو مسموم کیا جا رہا ہے جس سے بچے بے راہ رو ہو رہے ہیں اور وہ تعلیم چھوڑ کر مدرسوں اور اسکولوں سے غائب ہو رہے ہیں۔

انٹرنیٹ کا غلط استعمال یہ بھی ہو رہا ہے کہ لوگوں کی ذاتی اور خاص معلومات کی چوری کی جاتی ہے اور انہیں مارکیٹ میں بیچا جا تا ہے، راز کا افشا کیا جاتا ہے، ڈیٹا اور کمپیوٹر کی فائلیں چرا لی جاتی ہیں، ملکوں کی خبروں کو ہیک کیا جاتا ہے اور آپس میں لڑایا جاتا ہے، ملکوں کے تحفظاتی نظام کو چراکر اس کے خلاف سازشیں کی جاتی ہیں۔

انٹرنیٹ کے استعمال کا ایک بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ نوجوان نسل سوشل میڈیا ، فیس بک ، واٹس ایپ اور دیگر میڈیا کے استعمال میں اپنے وقت کو ضائع کرتے ہیں، اسی طرح اس کے لگاتار استعمال سے انسانی اعضائے جسمانی پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور آنکھ کی بینائی کا کم زور ہونا، سماعت پر اثر پڑنا اور دل ودماغ کا متاثر ہونا ، اس کے مضر اثرات میں سے ہیں۔

آج انٹر نیٹ کے استعمال نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ جس طرح انٹر نیٹ پر انسانوں کی کی گئی حرکتیں محفوظ ہو جاتی ہیں اور دنیا کے کسی گوشے میں انہیں دیکھا اور نشر کیا جا سکتا ہے، ٹھیک اسی طرح اللہ ہمارے سارے کرتوتوں اور کارناموں کو محفوظ رکھتا ہے اور قیامت کے دن انہیں ہمارے سامنے ایک ایک کرکے پیش کر دینے پر قادر ہے۔اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی معلومات کا درست استعمال اور اس سے فائدہ اٹھانا ہی اللہ کی حقیقی شکر گذاری ہے اورساتھ ہی چیزوں کا ناجائز استعمال کفران نعمت بھی ہے۔

مشق اور سوالات :

☆ درج ذیل سوالوں کا جواب دیجیے :

(ا) انٹر نیٹ کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟

(۲) آج کی دنیا میں انٹر نیٹ سے کیا کیا فائدے حاصل کیے جاتے ہیں؟

(۳) مصنوعی انٹلی جنس ٹیکنالوجی سے ہم انٹرنیٹ کے ذریعہ کیا کیا فائدے حاصل کر سکتے ہیں؟

(۴) جدید دنیا کی طرح آپ کے مدرسے میں موجود لائبریری اور کمپیوٹر سائنس کو انٹرنیٹ کے ذریعہ کیسے ترقی دے سکتے ہیں۔

(۵) انٹرنیٹ کے نقصانات سے بچنے اور بچانے کے لیے آپ کیا ترکیبیں اپنا سکتے ہیں؟

عملی مشق:

(ا) اپنے استاد کی مدد سے اس سبق کے درج ذیل مشکل الفاظ کے معانی معلوم کیجیے اور انھیں جملوں میں استعمال کیجیے :

صدی، صنعت ، روز افزوں، مشاہدات، برق رفتار، نشیب و فراز، ایجادات ارتقاء، دہائی، افشاء، نشر، منفی، مضر، جنریشن

(۲) آپ انٹر نیٹ پر کیا کیا معلومات حاصل کرتے ہیں؟ ایک پیرا گراف میں نوٹ کیجیے۔

(۳) پانچ دوستوں کا ایک گروپ بنا کر انٹر نیٹ پر ۵ صفحات کا پروجیکٹ تیار کیجیے جس میں ان معلومات کو جمع کیجیے۔

(۴) ذیل الفاظ کو غور سے پڑھیں اور اسی طرح کے مرکب الفاظ کی ایک فہرست بنائیے اور ان کے معانی لکھیے۔

نشیب وفراز، روز افزوں، برق رفتار، ، نسل نو، معلوماتی دنیا

(۵) انٹر نیٹ کی ایجاد اور رفتہ رفتہ اس کی ترقی پر اپنے الفاظ میں ایک چھوٹا سا مضمون لکھیے۔

سبق نمبر ۱۰

مسلمانوں کی تہذیب اور ثقافت

عزیز بچو! جب تہذیب کا نام لیا جاتا ہے تو عام طور سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تہذیب کسی قوم کی طرز معاشرت کا نام ہے۔ یعنی اس کے علوم اور آداب ،فنون لطیفہ، صنائع و بدائع،اطوار و معاشرت ،رسوم ورواج، انداز تمدن اور طرز سیاست ہی اس قوم کی تہذیب ہے۔جب کہ حقیقت میں یہ نفس تہذیب نہیں ہے بلکہ تہذیب کے مظاہر اور نتائج ہیں۔ تہذیب کی اصل نہیں ہے، ہاں تہذیب کے برگ وبار ہیں۔ کسی تہذیب کی قدر و قیمت ان ظاہری صورتوں اور نمائشی ملبوسات کی بنیاد پر متعین نہیں کی جا سکتی ہے بلکہ اس کی روح تک اصل کامیابی ہے۔ اس کے اساس اور بنیاد کی جانکاری حاصل کرنی چاہیے۔بعض علماء، محققین اور اسکالرز نے تہذیب کے ضمن میں یہی بات کہی ہے اور یہی بات مناسب بھی ہے۔

مسلمانوں کی تہذیب اور ثقافت کو جاننے کے لیے ہم اگلے سات نکات میں اس کا خلاصہ پیش کریں گے۔

اسلامی عقائد اور اساسی تصورات:

مسلمانوں کی تہذیب چند بنیادی تصورات، فکری بنیادوں اور اسلامی عقائد پر قائم ہے۔ یہ دنیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے یوں ہی نہیں بنائی ہے بلکہ ایک خاص مقصد کے تحت اس زمین کو بلکہ پوری کائنات کو بنایا اور بسایا ہے۔ انسانوں کو اللہ نے اس زمین پر صرف اور صرف اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ انسان بعض حیثیتوں سے اس زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے اور اللہ کے دیے ہوئے ہدایات اور ضابطوں کا پابند ہے۔اپنے خاص دائرے میں اسے اللہ کی تعلیمات کو اور اس کے احکام کو نافذ کرنا ہے۔ انسان اس دنیا کی مختصر سی زندگی میں آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے کہ کون اللہ کی بندگی میں یہ زندگی گزارتا ہے، نیکیاں کرتا ہے، اللہ کو خوش کرتا ہے اور کون ہے جو اللہ کو بھول کر شرک اور کفر میں ،نافرمانی میں اور گناہوں میں اپنی زندگی گزارتا ہے۔ اسی طرح سے ہر انسان کی زندگی کا ایک خاص وقت متعین ہے اور موت کا وقت آتے ہی اسے موت طاری ہو جائے گی اور ایک دن آئے گا کہ دنیا کے سارے انسان اور سارے

ہی جاندار موت کی نیند سلا دیے جائیں گے۔ قیامت قائم ہوگی سب لوگ محشر میں جمع ہوں گے اور اپنی زندگی کا حساب اللہ کے دربار میں پیش کریں گے۔ اس طرح سے یہ انسان اللہ کے ہاں سے آیا ہے اللہ کی مرضی کے مطابق دنیا کی زندگی اسے گزارنی ہے اور مرنے کے بعد پھر اللہ کے پاس اسے جانا ہے۔ وہاں حساب کتاب کے بعد نیک اعمال کی بنیاد پر جنت ملے گی اور برے اعمال کی بنیاد پر ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، رات کے اندھیرے میں، تنہائی میں، مجلسوں میں یا کہیں بھی جو ہوتا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اسے جانتا ہے اور اللہ کی مرضی اور مشیت کے بغیر درخت کا ایک پتہ بھی نہیں گر سکتا اور اللہ اپنے نیک بندوں کی حفاظت اور مدد کبھی بھی کر سکتا ہے اور دنیا کے سارے انسان مل کر اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کو زندگی گزارنے کے لیے جو نظام دیا ہے وہ دین اسلام ہے اسلام کے علاوہ کوئی اور نظام یا طریق بندگی کو اللہ ہرگز ہرگز قبول نہیں فرمائے گا۔ یہ کچھ بنیادی باتیں ہیں جس پر اسلامی تہذیب قائم ہے۔

اسی کے تحت ایمانیات بھی آتا ہے اللہ پر ایمان، آخرت کی زندگی پر ایمان، رسولوں پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، اللہ کی کتابوں پر ایمان، تقدیر کے اچھے اور برے ہونے پر ایمان یہ ساری چیزیں اور ان کے تقاضے بھی اس کے تحت آتے ہیں۔

اسلامی عبادات:

اسلامی تہذیب کی دوسری بڑی بنیاد عبادات ہیں۔ عبادات مسلمانوں کے اعمال کا بہت ہی بنیادی حصہ ہیں۔ نمازوں کا اہتمام صبح سے لے کر شام تک فجر سے لے کر عشاء تک اوقات کی پابندی کے ساتھ گاؤں کی مسجد میں سب لوگ ایک امام کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں۔ زندگی کی مصروفیات کے باوجود بندگی کے لیے وقت نکالتے ہیں، ایک امام کی اقتدا میں پاک صاف ہو کر نماز اور دعاؤں کا اہتمام کرتے ہیں اور اس طرح سے ہر مسلمان اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ اے اللہ! یہ زندگی صرف اور صرف تیری بندگی میں گزاریں گے اور تیری تعلیمات اور احکام کے مطابق ہی ہم کام کریں گے۔تو نماز باجماعت اسلامی تہذیب کا بہت بنیادی حصہ ہے۔

اسی طرح سے زکوۃ ہے یعنی حلال طریقے سے آمدنی حاصل کی جائے گی، طیبات اور

پاکیزہ چیزوں کا استعمال کیا جائے گا اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد سال میں ڈھائی فیصد مال نکال کر اپنے پاس پڑوس میں بسنے والے غریب مسلمانوں پر خرچ کیا جائے گا اور دین کے دیگر ضروری مصارف میں جو آٹھ مدات ہیں ،اس میں زکوۃ خرچ کیے جائیں گے۔ اس طرح سے ہر مسلمان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ مال جو ہم اپنی محنت سے کماتے ہیں، اس میں دوسروں کا بھی حق ہے اور یہ صرف ہم اپنی قابلیت سے نہیں بلکہ اللہ کی توفیق سے حاصل کرتے ہیں۔اس لیے اللہ کے بتائے ہوئے ضابطے کے مطابق ہم اسے تقسیم کرتے ہیں۔

سال میں پورا ایک مہینہ مسلمان روزہ رکھتے ہیں، صرف اور صرف اللہ کو خوش کرنے کے لیے جائز چیزوں سے بھی اپنے آپ کو روک لیتے ہیں۔ صبح صادق طلوع ہونے سے لے کر شام میں سورج غروب ہونے تک بھوکے پیاسے رہنا، شہوات سے دور رہنا اور نماز ،روزہ ،تلاوت ،دعائیں، ذکر و اذکار میں اور نیکیوں میں اپنے اوقات کو گزارنا اور صرف اللہ کو خوش کرنا۔ ریا اور دکھاوا سے دور رہنا اور اس کے ذریعے سے اپنے نفس کی اور اپنے آپ کی تربیت کرنا اور اللہ کی بندگی کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا، روزے کا بنیادی مقصد ہے۔ اس طرح سے روزہ انسان کی زندگی پر بہت گہرے اثرات ڈالتا ہے اور اندر سے آدمی اللہ کی بندگی کے لیے تیار ہوتا ہے۔

حج بھی بہت اہم ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ صاحب استطاعت ہیں، وہ زندگی میں کم از کم ایک بار اللہ کے گھر خانہ کعبہ اور مسجد حرام کی زیارت کے لیے خاص ایام میں مکہ جائیں اور حج کے مناسک ادا کریں۔ اس میں تقریباً ایک مہینے کا وقت لگتا ہے، اچھا خاصا اپنی خاص کمائی سے مسلمان اس موقع سے خرچ کرتے ہیں اور ساتھ ہی کافی مشقتیں برداشت کرتے ہیں، اس طرح سے حج ایک اہم ترین عبادت ہے۔ پوری دنیا کے مسلمان صرف ایک لباس میں، ایک ہی طرح کی تکبیرات میں اور ایک ہی طرح کی عبادات اور مناسک میں حج کے ایام گزارتے ہیں اور اللہ کے سامنے روتے ہیں ،گڑگڑاتے ہیں ،اپنے گناہوں سے استغفار کرتے ہیں، خاص خاص مقامات پر رب سے دعائیں کرتے ہیں اور حج سے جب لوٹتے ہیں تو زندگی بھر کے سارے گناہوں سے وہ پاک صاف ہو جاتے ہیں۔ اس طرح سے حج اپنے آپ میں اہم ترین مدرسہ ہے، تربیت گاہ ہے جو اہل ایمان کو نکھار دیتا ہے گناہوں سے پاک کر دیتا

ہے اور رب کی بندگی سے جوڑ دیتا ہے۔

یہ نماز، روزے ،زکوۃ اور حج یہ جو چار بڑی بڑی عبادتیں ہیں،یہ مسلمان کو اللہ کا پکا اور سچا بندہ بناتی ہیں اور زندگی کا ایک ایک لمحہ صرف اور صرف اللہ کی بندگی میں ،اللہ کی اطاعت میں اور اللہ کے احکام کی تعمیل میں گزارنے کا حوصلہ پیدا کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی نفلی عبادات ہیں، نفلی نمازیں ، نفلی روزے، زکوۃ کے علاوہ اہم صدقات و خیرات ،حج کے علاوہ عمرے ان چیزوں سے بھی انسان کی تربیت ہوتی ہے اور وہ ذہنی، فکری،اخلاقی اور عملی ہر اعتبار سے اللہ کے احکام کا پابند ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ جمعہ کی نمازیں ہیں، عیدین ہیں، نماز جنازہ ہے پھر عقیقہ ،قربانی، اس طرح کے مواقع سے بھی مسلمانوں کی اپنی خاص تربیت ہوتی ہے اور صرف اور صرف اللہ کے لیے جانوروں کو قربان کرنا، اپنی گاڑھی کمائی خرچ کرنا، اپنے اوقات فارغ کرنا اور اللہ کی خوشی حاصل کرنا ،ان سب چیزوں کی تربیت ہوتی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ انھی چیزوں سے خوش ہوتا ہے۔

ان عبادات کے ذریعے سے انسان کا ایک فکری سانچہ بنتا ہے اور اس کے اعمال کی ایک تہذیب ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ میں ایک صالح بندہ بن جاتا ہے۔

خوشگوار خاندانی نظام :

ایک بچے کی پیدائش سے لے کر اس کی موت تک بلکہ پیدائش سے پہلے اور موت کے بعد تک کی تعلیمات اسلام میں موجود ہیں، شادی بیاہ کے لیے اصول اور ضابطے اور بعد میں میاں بیوی کے باہمی حقوق اور فرائض گھر میں رہنے کے ضابطے ،اہل خانہ کے حقوق اور فرائض، ایک دوسرے سے ملنے جلنے کے آداب، صبح سے لے کر شام تک پیش آنے والے معاملات میں اسلامی ہدایات موجود ہیں۔ گھر میں موجود بیوی، بچے، بہن ،بھائی، بیٹی، بیٹا ،ماں باپ اور دوسرے عزیز و اقارب کے لیے الگ الگ حقوق و فرائض، محبت و شفقت کے رہنما اصول اور ایک دوسرے کی کفالت ،ضروریات کا انتظام ،ان ساری چیزوں کے بارے میں اسلام کی تعلیمات بہت واضح ہیں۔ غرض کی اسلامی ہدایات کی پابندی کے ساتھ گھر کا جو نظام ہوتا ہے اور گھریلو جو ماحول ہوتا ہے ،وہ انتہائی خوشگوار ہوتا ہے جو اسلامی تہذیب کا بہت بنیادی حصہ ہے۔ مسلمانوں کے گھرانے ایمان اور فکری بنیادوں کی وجہ سے اور گھریلو ہدایات کی پابندی

کی وجہ سے گھر کا ماحول بالکل خوش گوار ہوتا ہے اور ہنسی خوشی سب لوگ زندگی گزارتے ہیں۔ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے ہیں، اس طرح سے خوش گوار ماحول میں بچوں کی تربیت ہوتی ہے اور اہل خانہ تعمیری کام ، مثبت کام اور بڑے کام کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔

اسلام کی عائلی تعلیمات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اسلام کی عائلی تعلیمات میں رحمت ہی رحمت ہے۔ آسانی ہی آسانی ہے اور سب کے حقوق اور فرائض کا پورا پورا مناسب لحاظ کیا گیا ہے۔ اس طرح سے گھریلو تشدد، ذہنی ٹینشن، حق تلفی، ظلم اور دوسری قباحتوں سے اسلامی معاشرہ پاک ہوتا ہے۔

طہارت اور صحت:

اسلامی تعلیمات میں طہارت کو بہت بنیادی اہمیت حاصل ہے، طہارت کو ایمان کا حصہ بتایا گیا ہے، صبح سو کر اٹھنے کے بعد تعلیم دی گئی ہے کہ پہلے وضو کریں ، پاک صاف ہو کر نماز ادا کریں، قرآن مجید کی تلاوت کریں اور جہاں بھی جائیں، صفائی کا خاص اہتمام کریں، گھر کی صفائی، سونے جاگنے اٹھنے بیٹھنے کی جگہوں کی صفائی، مسجد کی صفائی، عوامی جگہوں کی صفائی، ان تمام چیزوں پر اسلام نے بہت خاص توجہ دی ہے اور اس کی فضیلت اور اہمیت بیان کی ہے۔صاف ستھرے کپڑے پہنیں، روزانہ غسل کریں، خوشبو لگا کر باہر نکلیں، بال میں کنگھا کر لیا کریں، ان ساری چیزوں کی تعلیمات دی گئی ہیں اور کہا گیا ہے : اللہ تعالیٰ خود خوب صورت ہے اور خوب صورتی کو پسند فرماتا ہے۔ اس طرح سے اسلام کی جو تعلیمات ہیں، ان کا مطالعہ بتاتا ہے کہ طہارت کو بہت خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔

استنجا خانے میں ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد صفائی کرنا، ہر ۴۰ دن کے اندر زیر ناف اور بغل کے بال صاف کرنا، اسی طرح ناخن ترشوانا ،ہر جمعہ کو خصوصی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرنا، یہ ساری چیزیں بتاتی ہیں کہ اسلام میں طہارت کی بڑی اہمیت ہے۔

صحت انسان کا بنیادی حق ہے، انسان اپنے آپ کا خیال رکھے، اپنی صحت کا خیال رکھے، صحت اللہ کی طرف سے ایک بڑی نعمت ہے، صحت مند اور تندرست آدمی کم زور آدمی سے کہیں بہتر ہے۔ اس کو پسند کیا گیا ہے، اسلام میں طیبات اور پاک چیزوں کو حلال کیا گیا ہے اور وہ تمام چیزیں جو انسان کی صحت کے لیے مضر اور نقصان دہ ہیں، اسے حرام قرار دیا گیا

ہے اور انسانوں کی صحت کو بہت بنیادی حصہ مانا گیا ہے اور اسلامی تاریخ کے عہد زریں میں باشندگان وطن کے لیے علاج معالجہ کی مفت سہولت کا اہتمام کیا گیا ہے۔

تعلیم اور تربیت :

یہ بات ہمیں معلوم ہے کہ انسان علم کی بنیاد پر ہی اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے، فرشتوں سے کہا گیا کہ انسان کو سجدہ کرو اور اس کی وجہ یہی تھی کہ انسان علم میں فرشتوں سے بڑھا ہوا ہے، آخری نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر جو پہلی وحی نازل کی گئی ،اسی وقت پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض قرار دیا گیا ہے۔قرآن مجید اور احادیث نبویہ علوم کا خزانہ ہے۔ ان کا اہتمام مکہ میں اور مدینے میں نبی اکرم ﷺ نے جس بڑے پیمانے پر کیا اور بعد میں خلفائے راشدین نے علم کے میدان میں جو ترقی کی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علم اسلام کا امتیاز ہے۔بعد کے زریں دور میں ہماری خلافت کے جو مراکز تھے، وہ علوم کے بھی حقیقی مراکز تھے اور دنیا کی تمام قیمتی کتابیں ہماری مرکزی لائبریری میں موجود ہوتی تھیں۔

اسلامی تعلیمات اس بات پر غماز ہیں کہ علم کی بڑی اہمیت ہے اور علم کو فروغ دینے پر اسلام نے پوری توجہ دی ہے۔ اسلامی ریاست میں بڑے بڑے تعلیمی مراکز قائم کرنا، ان کی ضروریات پوری کرنا اور ان کو ترقی دینا ،اسلامی ریاست کا بنیادی فرض ہوتا ہے۔اس پہلو سے اسلامی ثقافت کا بہت بنیادی حصہ ہے۔ پوری دنیا میں مسلمان جہاں جہاں ہیں ، سہولیات نہ ہونے کے باوجود بھی ان کی مسجدیں اور مدرسے تعلیم کے مراکز ہیں۔

اخوت اور خدمت خلق :

اسلام نے بتایا ہے کہ دنیا کے سارے انسان آدم زاد ہونے کے ناطے آپس میں بھائی بھائی ہیں اور مشکل وقت میں ہر انسان کی ذمہ داری ہے کہ دوسرے انسان کے کام آئے ،خدمت خلق کے معاملے میں اسلام نے کوئی تفریق نہیں کی ہے ،ہمارے پاس پڑوس میں رہنے والا آدمی کسی بھی مسلک کا ہو، کسی بھی دھرم کو جاننے ماننے والا ہو یا دھرم کا بھی منکر ہو، مذہب کا منکر ہو، شرک اور کفر میں ہو تو بھی اس کی مدد کی جائے گی اور ناگہانی آفتیں جیسے سیلاب ، زلزلہ ، آگ ہے یا اور کوئی ایسی تباہی ہو جس میں لوگوں کو جانی و مالی نقصان ہو جائے تو بلا تفریق مذہب و ملت لوگوں کی کھل کر مدد کی جائے گی۔ اسلام کہتا ہے

کہ جب انسان دوسرے انسان کی مدد کر رہا ہوتا ہے تو اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی مدد میں ہوتا ہے تو خدمت خلق اللہ کی مدد اور توفیق حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ مسلمانوں کو سکھایا گیا ہے کہ مسلمان اپنے پڑوس میں، اپنے ملک میں اور اپنے دائرے میں رہنے والے انسانوں کی ہر مشکل وقت میں کام آئیں تو یہ اخوت اور بھائی چارہ اور خدمت خلق کی تعلیم اسلام کا بہت بنیادی حصہ ہے۔ ایک دوسرے سے ہم دردی ، محبت، خیر خواہی اور نیک مشورے دینا مشکل وقت میں کام آنا، یہ اسلام کی بنیادی تعلیمات ہیں اور مسلمان معاشروں میں یہ صاف دکھائی دیتا ہے اور یہی اسلامی تہذیب کی بنیاد ہے۔

عدل و انصاف کا قیام:

اسلام میں عدل و انصاف کو بڑی اہمیت حاصل ہے، رسولوں کو بھیجے جانے کا مقصد بتایا گیا ہے کہ انسانوں کو ہدایت مل جائے ،اللہ کی تعلیمات اور اللہ کی بندگی کیسے کی جائے؟ یہ ساری چیزیں بندوں تک پہنچا دی جائیں، اس کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انبیاء اور رسول کو اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ دنیا میں انصاف قائم کیا جاسکے، عدل قائم کیا جاسکے تو عدل اور انصاف کو اسلام میں بہت بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام کی تمام تعلیمات میں یہ بات موجود ہے کہ کسی پر کوئی حق تلفی نہ کرے ، ظلم نہ کرے ،زیادتی نہ کرے بلکہ انسانوں کی بستی میں سب انسان ایک دوسرے کے حقوق کا خیال کریں اور دنیا میں عدل اور قسط قائم کریں۔ اس کے لیے پورا ایک نظام اسلام دیتا ہے۔ گواہی کا نظام ہے ،فیصلے کا نظام ہے، قضاکے اصول اور ضابطے ہیں ، حقوق اور فرائض کی بات کی گئی ہے، یہ ساری چیزیں اس بات پر دلیل ہیں کہ اسلام میں عدل و انصاف کو بہت فوقیت دی گئی ہے بلکہ اسلام میں بتایا گیا ہے کہ آپ کا سامنے والا بھائی ظالم ہو یا مظلوم پھر بھی اس کی مدد کیجئے۔ اگر وہ ظالم ہے تو اس کو ظلم سے روکیے اور اگر وہ مظلوم ہے تو اس کو حق دلائیے ،انصاف دلائیے، اس کے ساتھ عدل اور انصاف کا معاملہ کیجیے۔

یہ اسلامی تہذیب کی سات بنیادیں ہیں جو پیش کی گئی ہیں۔ بعض علماء اور اسکالرز نے اس کے علاوہ بھی اور چیزوں کو اسلامی تہذیب یا مسلمانوں کی تہذیب کے ضمن میں بیان کیا ہے جسے اِن شاءاللہ آپ آگے پڑھیں گے۔

مشق اور سوالات:

(۱) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

صنائع وبدائع، فنون لطیفہ، ملبوسات، طیبات ، حقوق وفرائض

(۲) تہذیب کسے کہتے ہیں؟

(۳) اسلامی تہذیب کن بنیادوں پر قائم ہے؟

(۴) خوش گوار خاندانی نظام سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

(۵) تعلیم وتربیت کا اسلامی تصور واضح کیجیے؟

(۶) عبادات کی اہمیت پر ایک پیراگراف لکھیے:

(۷) درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

عیدین، تہذیب وثقافت، غماز، طرز معاشرت، اسکالر، قدروقیمت ، مثبت

☆ عملی مشق :

(۱) اپنے گاؤں کو سامنے رکھ کر طہارت اور صحت پر چھ صفحات کا مضمون لکھیے جس میں بہتری کی تدابیر اور مشورے بھی ہوں۔

(۲) ایک مثالی گاؤں کا نقشہ اور ڈرائنگ بناکر پیش کیجیے:

سبق نمبر ۱۱

مالک! ہے تجھ پہ رازِ بشر آشکار دیکھ

سحر محمود نیپالی

تجھ ہی پر میری آس ہے پروردگار دیکھ
مالک! ہے تجھ پہ رازِ بشر آشکار دیکھ

جیسا بھی ہوں میں حاضرِ دربار ہوں خدا!
عصیاں کا میرے کچھ بھی نہیں ہے شمار دیکھ

ماں باپ کی محبتیں کچھ بھی نہیں کریم!
کس کے لیے ہے چشم مری اشک بار دیکھ

ہم ہیں فقیر اور تری ذات ہے غنی
تیرے سوا نہیں ہے کوئی غم گسار دیکھ

احساس جس کو ہوتا ہے اپنے گناہ کا
رہتا ہے میرے سامنے تیرا ہی پیار دیکھ

در در پہ حالِ دل کا سناتا ہے کیوں سحرؔ
تجھ پر ہی کائنات کا ہے انحصار دیکھ

تیرے ہی در پہ آتا ہے وہ بار بار دیکھ
ناداں! درِ کریم پہ دامن پسار دیکھ

الفاظ ومعانی

عصیاں : نافرمانی، گناہ
آشکار : نمایاں، بالکل ظاہر
چشم : آنکھ
غم گسار : غم بھلانے والا، مشکل میں کام آنے والا
انحصار : محدود ہوجانا، کسی پر کلی بھروسہ کرلینا، کسی پر تکیہ کرلینا
پسار : پھیلانا، کھولنا

مالک! ہے تجھ پہ راز بشر آشکار دیکھ

مشق اور سوالات:

(۱) اس حمد کو مکمل زبانی یاد کرلیں اور ایک ساتھ سنائیں!

(۲) "عصیاں کا میرے کچھ بھی نہیں ہے شمار دیکھ" اس مصرعہ میں شاعر کیا تصور دینا چاہا ہے؟

(۳) اس حمد کے آخری مصرعہ کا پیغام اپنے الفاظ میں لکھیے!

(۴) حمد کی شعری خوبیاں لکھیے!

(۵) حمد کو کس شاعر نے لکھا ہے؟ پانچ سطر میں ان کا تعارف لکھیے۔

سبق نمبر ١٢

کینسر ایک بھیانک مرض

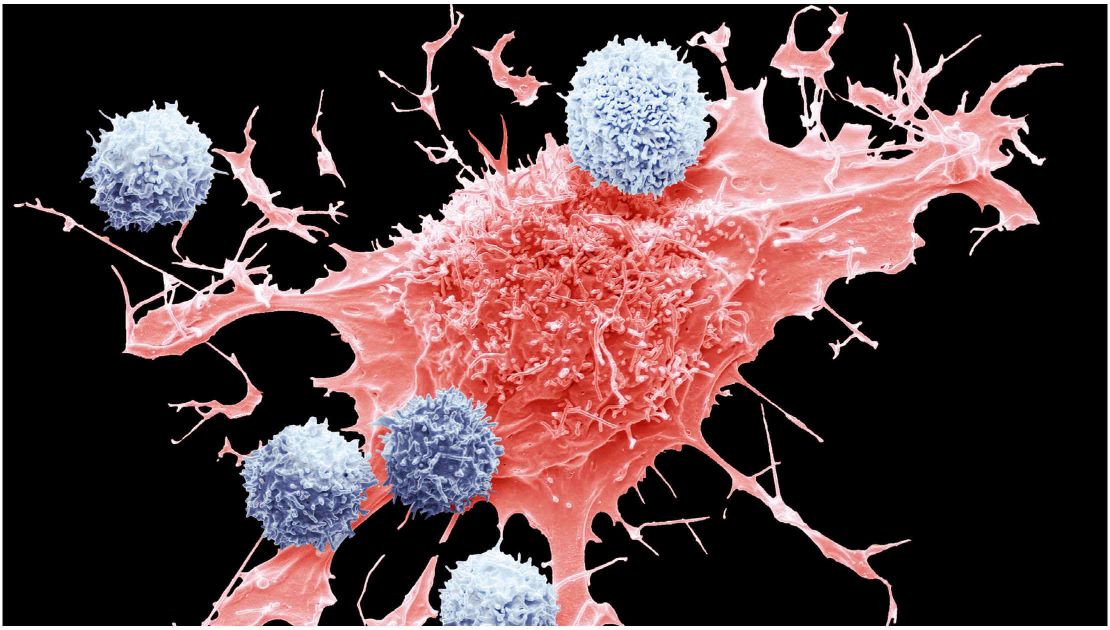

نیپال میں ہر سال اکتوبر کے مہینہ کو کینسر کے تعلق سے بیداری مہم کے طور پر منایا جاتا ہے۔اس کا مقصد اس مرض کی علامات، تشخیص، علاج اور احتیاطی تدابیر سے باشندگان وطن کو آگاہی فراہم کرنا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق دنیا میں ہر سال ۷۰ لاکھ سے زائد افراد اس موذی مرض میں مبتلا ہو کر جان کی بازی ہار جاتے ہیں۔ جہاں تک نیپال کا تعلق ہے، ایک اعداد و شمار کے مطابق ہر سال نیپال میں کینسر میں مبتلا ہونے والوں کی تعداد بیس ہزار سے زائد ہے۔ نیپال میں گزشتہ ایک دہائی سے کینسر کے مریضوں کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔ اس میں پھیپھڑوں ، چھاتی ،منہ ، حلق ،ہونٹ، آنت اور جگر وغیرہ کا کینسر زیادہ پایا جاتا ہے۔ نیپال میں بچوں میں بھی مختلف اقسام کے کینسر کی شرح بڑھ رہی ہے۔ بلڈ کینسر، ہڈیوں کا کینسر، آنکھوں اور گردوں کے کینسر کا شکار زیادہ بچے ہو رہے ہیں۔

کینسر کی علامات:

ماہرین کا کہنا ہے کہ درج ذیل میں سے کوئی دو علامات ایک ساتھ ہوں تو فوراً ڈاکٹر

سے رجوع کرنا چاہیے اور اپنا ٹیسٹ لازمی کروا لینا چاہیے۔ وہ علامات جو کینسر کے خدشات کو ظاہر کرتی ہیں۔ کینسر کی علامات کا تعلق اس بات سے ہے کہ کینسر کس عضو میں ہے؟ عام طور پر جسم کے کسی بھی عضو میں خلیات کا بڑھنا ایک علامت ہے۔ جو عام طور پر رسولی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر علامات میں وزن کا گھٹنا، بخار کا رہنا ، خون کی کمی، فضلہ اور پیشاب میں سے خون آنا، کھانسی کے ساتھ خون آنا۔ خواتین کے پستان میں گٹھلی یا ٹیومر کا بننا۔ مخصوص ایام کے علاوہ بھی خون کا آنا، کسی چیز کے نگلنے میں تکلیف کا ہونا۔ اوپر درج علامات میں مبتلا ۲۰ میں سے کسی ایک کو کینسر ہوتا ہے، اس لیے ان میں سے کوئی دو علامات اگر ہوں تو فورا کینسر کا ٹیسٹ کروانا چاہیے۔ ایک تحقیق کے مطابق مردوں میں کینسر کے مریض زیادہ ہونے کی وجہ ان کا مخصوص طرزِ زندگی ہے۔ مردوں میں زیادہ تمباکو نوشی اور شراب نوشی بھی ہے، علاوہ ازیں اس کی وجہ ہوٹل کے کھانے بھی بنتے ہیں۔

موٹاپا کینسر کا ایک اہم سبب ہے، اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، مرد ایسی جگہوں پر کام کرتے ہیں، جہاں کیمیائی اجزاء کا اخراج ہوتا ہے، جیسے کہ فصلوں میں جراثیم کش ادویات، سیمنٹ اور ادویات سازی، اور ایسی فیکٹریاں یا کارخانے و انڈسٹریز جہاں کیمیکل اجزاء کا اخراج ہوتا ہو وغیرہ۔

کینسر کیوں ہوتا ہے؟

اس مرض کے بڑھنے کے اسباب تلاش کر لیے جائیں تو ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں، جن سے کینسر سے بچاؤ ممکن ہوسکتا ہے۔ لیکن اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں ہے کہ کینسر کیوں ہوتا ہے؟ ماہرین نے اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیاہے۔ جواب نہ دینے کی وجہ کینسر کے پیچیدہ اقسام ہیں۔ ہر قسم کے کینسر کی وجہ الگ ہوتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ ناقص غذا، ہوا کی آلودگی ، فضائی، آبی، تاب کاری، زرعی ادویات اور ہر قسم کا نشہ ہے۔ ماحولیاتی آلودگی بھی اس کا ایک اہم سبب ہے۔ یہ بات بڑی اہم ہے کہ کینسر کی کوئی خاص وجہ کا علم نہیں ہو سکا ہے۔ ایک معروف روحانی اسکالر کا کہنا ہے کہ کینسر صرف بیماری ہی نہیں ہے بلکہ ہماری طرز زندگی کا رد عمل بھی ہے۔ اس کی سینکڑوں ماحولیاتی وجوہات ہیں اور ہمارے طرز زندگی کے علاوہ ہماری غذا کے ساتھ ساتھ روحانی و نفسیاتی وجوہات بھی ہیں جو میں سمجھ

سکا ہوں، وہ یہ ہے کہ زندگی کا اعتدال سے ہٹ جانے پر کینسر ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے اسباب میں ورزش نہ کرنا ،دوسرے تیسرے درجے پر ہے، اسلام میں نماز ورزش کا ایک بہت اہم ذریعہ ہے۔ اپنوں سے دوری، ڈپریشن بھی اس کا ایک اہم سبب ہے۔

مردوں میں سر، حلق، زبان اور منہ کے علاوہ پھیپھڑوں کے کینسر کی شرح بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے پھیپھڑوں کا کینسر سب سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ جگر کا کینسر دوسرے نمبر پر ہے۔ چوں کہ خواتین اپنے سے زیادہ اپنے شوہر اور بچوں کا خیال رکھتی ہیں اور خود ناکافی غذا کھاتی ہیں، اس طرح ان کو متوازن خوراک نہیں ملتی اور متوازن غذا کی کمی کی وجہ سے بھی کینسر کی شکار ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح مرچ مصالحے، بند ڈبوں کے کھانے، سگریٹ نوشی سے پھیپھڑوں کا کینسر ہوتا ہے جب کہ سیمنٹ کا کام کرنے والے اور وہ جو سرنگ بنانے اور کان کنی کا کام کرتے ہیں، ان میں کینسر کا تناسب زیادہ ہوتا ہے۔ جگر کا کینسر زیادہ تر ان کو ہوتا ہے، جن پر ہیپاٹائٹس بی اور سی کے امراض کا حملہ ہوتا ہے۔ یہ کینسر بھی نیپال میں عام ہے اور اس میں عمر اور جنس کی تفریق نہیں ہے۔

احتیاطی تدابیر:

کینسر سے بچاؤ کے لیے جہاں تک احتیاطی تدابیر کی بات ہے تو اس کا تعلق طرز زندگی سے ہے، اگر ہم اپنا طرز زندگی بدل لیں تو ہم میں کینسر کے امکانات کم ہو سکتے ہیں۔ سادہ زندگی گزاریں ، عبادات کی پابندی کریں ، روغن والی غذاوں سے پرہیز، ہر قسم کے نشہ سے دوری ، ورزش کی پابندی، صبح تازہ ہوا میں چہل قدمی ، بدن کی صفائی ، گھر اور جہاں کام کرتے ہیں، اس کی صفائی کا خیال رکھیں۔ قبض نہ ہونے دیں، ریشہ دار متوازن غذا کا استعمال، صاف پانی کا استعمال، مرض کی بر وقت تشخیص، ڈپریشن سے بچاؤ، آلودگی سے بچنا وغیرہ اس مہلک مرض سے بچنے کی اہم تدابیر ہیں۔ واضح رہے کہ کینسر کے مختلف اقسام ہیں اور دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف قسم کے کم یا زیادہ مقدار میں کینسر پائے جاتے ہیں۔ جن کے اسباب مختلف ہیں اور ان کی احتیاطی تدابیر بھی مختلف ہیں۔

تشخیص و علاج:

بروقت تشخیص کسی بھی مرض کے علاج کے لیے بہت ضروری ہوتی ہے۔ اس کے

بغیر علاج ممکن ہی نہیں ہے۔ کینسر میں تشخیص کا دار و مدار اس پر ہے کہ کینسر کس عضو میں ہے۔ بر وقت تشخیص، مؤثر علاج، احتیاطی تدابیر، روزانہ ورزش، سبزیوں کے استعمال سے کینسر کے متعلق ۴۰ سے ۵۰ فیصد بیماریوں سے بچاؤ ممکن ہے۔ معدہ کا کینسر ہی کینسر کی ایک ایسی قسم ہے جس کا تناسب بھی نیپال میں بڑھتا جا رہا ہے، اس کا علاج قبض نہ ہونے دینا اور متوازن غذا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے قبض کو امراض کی ماں قرار دیا ہے۔ جگر کا کینسر ہیپاٹائٹس بی اور سی والے مریضوں میں ہوتا ہے، اس لیے یرقان سے بچاؤ کے حفاظتی ٹیکے لگوا لینا چاہیے۔ ہیپاٹائٹس کا بر وقت علاج جگر کے کینسر سے بچاؤ کا علاج ہے۔ جدید سائنس میں الٹرا ساؤنڈ بنیادی تشخیص کا درجہ رکھتا ہے۔ الٹرا ساؤنڈ نے انسان کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ یہ آواز کی کچھ خاص لہریں ہوتی ہیں، آج کل یہ کسی بھی مرض کی تشخیص کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ کینسر کی تشخیص کے لیے اس سے مدد لی جا سکتی ہے۔

جدید طریقہ علاج:

پہلے سرجری کے ذریعے کینسر کا علاج کیا جاتا تھا۔ اس عضو کو کاٹ دیا جاتا تھا، جو کینسر زدہ ہوتا تھا۔ ماہرین نے سوچا یہ کوئی مستقل ،دائمی اور حتمی طریقہ علاج نہیں ہے۔ گزشتہ دو تین دہائیوں سے کینسر کے علاج کے سلسلے میں کافی پیش رفت ہوئی ہے۔ مثلاً بچوں میں پائے جانے والے خون کے کینسر اور خواتین میں پستان کے کینسر کا علاج کافی حد تک ممکن بنا لیا گیا ہے۔

جدید تحقیقات کے ذریعے اب کینسر کے خلیات کی درست تشخیص کرکے ان کی ادویات بنائی گئی ہیں۔ ادویات کے علاوہ کینسر کا علاج اب ریڈی ایشن یعنی برقی شعاع کے ذریعے بھی کیا جا رہا ہے۔ جراحی یا آپریشن کے علاوہ یہ طریقہ علاج کافی حد تک کینسر کو کنٹرول کر رہا ہے۔ جدید ترین طریقہ علاج میں کینسر زدہ عضو سے مواد لے کر اس کی تشخیص کے بعد اس عضو میں ایسی ادویات داخل کی جاتیں ہیں، جن سے مرض کے خلاف قوت مدافعت بڑھ جاتی ہے۔

تمام اقسام کے کینسرز کے لیے، تجربات اور ادویات سازی کا کام جاری ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق ادویات سے کافی حد تک کینسر کا علاج ممکن ہے۔ کینسر کے مختلف درجے ہوتے ہیں، ابتدائی درجے کا کینسر قابل علاج ہے۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ جہاں ہر دوا کے اچھے اثرات ہوتے ہیں، وہاں اس کے مضر اثرات بھی ہوتے ہیں۔ کینسر کا علاج مشکل ہے ، مہنگا

ہے، اس میں مریض کی قوت ارادی ،اللہ پر یقین اور اہل خانہ کا اس کے ساتھ طرز عمل بھی ہے۔ یونانی ،دیسی اور کسی حد تک روحانی طریقہ علاج ہمارے ملک میں مقبول ہیں۔

پستان کا کینسر:

نیپال میں دو ہزار سے زائد خواتین ہر سال پستان کے سرطان میں مبتلا ہوتی ہیں۔ چھاتی کے کینسر کی وجوہات میں اپنے بچوں کو دودھ نہ پلانا بھی اس کی ایک بہت بڑی وجہ ثابت ہوئی ہے- جو خواتین اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلاتی ہیں، ان کو بریسٹ کینسر کم ہوتا ہے۔ بہ نسبت ان خواتین کے جو بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں۔کینسر سے محفوظ رہنے کے لیے خواتین کو چاہیے کہ اپنے شیر خوار بچوں کو اپنا دودھ پلائیں۔

مشق اور سوالات:

(۱) کینسر کس بیماری کو کہتے ہیں؟

(۲) کینسر کی بڑی بڑی علامات کیا ہیں؟

(۳) کینسر سے حفاظت کی تدابیر کیا ہیں؟

(۴) کینسر سے بچاؤ کے لیے ہمارا ملک کیا پیش قدمی کر رہا ہے؟

(۵) ہمارے ملک میں سب سے زیادہ کون سا کینسر ہوتا ہے؟

(۶) اس سبق سے دس مشکل الفاظ تلاش کیجیے اور ان کے معانی لکھیے:

(۷) کینسر کے علاج کے لیے ہمارے ملک میں مشہور اسپتال کون کون سے ہیں؟

(۸) کیا آپ نے کسی کینسر زدہ مریض کو دیکھا ہے؟ اس کی صورت حال اور طرززندگی لکھیے:

(۹) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

اعداد وشمار، حذف واضافہ ، شراب نوشی ، ریشہ دار، دارومدار، پیش رفت، کینسر زدہ، طرز زندگی

(۱۰) اس سبق سے پانچ مرکب الفاظ تلاش کیجیے: W

سبق نمبر ۱۳

مضمون نگاری

مضمون نگاری اردو نثر کی خاص صنف ہے۔ انگریزی میں اسے Essay کہتے ہیں یہ غیر افسانوی صنف ہے۔ جس کا آغاز اردو ادب میں دہلی کالج سے ہوتا ہے۔ سر سید احمد خان اور ان کے ساتھیوں نے اس صنف کو بہت فروغ دیا۔

کسی موضوع پر اپنے خیالات کو مربوط اور مدلل انداز میں اس طرح پیش کرنا کہ پڑھنے والا اس کو سمجھ کر متاثر ہو سکے، مضمون کہلاتا ہے۔

سر سید احمد خانؒ نے مضمون نگاری کے لیے تین شرطوں کو ضروری قرار دیا ہے۔

(۱) مضمون کا پیرایے بیان سادہ ہو، پیچیدہ اور پر تکلف اسلوب مضمون کا عیب ہے۔

(۲) مضمون کی دوسری شرط یہ ہے کہ جو خیالات اور جو باتیں اس میں پیش کی جائیں ان میں دل کشی ہوں۔ صرف الفاظ اور انداز بیان کا دل کش ہونا مضمون کے لیے کافی نہیں۔

(۳) تیسری اور آخری شرط اچھے مضمون کے لیے یہ ہے کہ مضمون نگار کے دل میں جو بات ہو وہ پڑھنے والوں تک پہنچے، اس سے مراد یہ ہے کہ مضمون میں جو خیالات پیش کیے جائیں وہ اس طرح مربوط ہوں جس طرح زنجیر کی کڑیاں ایک دوسرے سے مربوط ہوتی ہیں۔ خیالات میں ربط نہ ہونا اور انتشار کا پایا جانا مضمون کا عیب ہے۔

ہر پیراگراف اپنے پہلے پیراگراف سے فکری سطح پر جڑا ہونا چاہیے۔

عام طور پر ہر مضمون کے تین حصے ہوتے ہیں

تمہید :- مضمون کا ابتدائی حصہ تمہید کہلاتا ہے۔ اسے خاص طور پر دل چسپ اور پر کشش ہونا چاہیے تاکہ پڑھنے والا مضمون کے ابتدائی جملوں کو دیکھ کر پورا مضمون پڑھنے کے لیے ذہنی طور پر آمادہ ہو جائے۔

تمہید کا حصہ اگر خشک اور غیر دل چسپ ہوگا تو پڑھنے والا اس کے مطالعے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ نہیں کر پائے گا۔ مضمون کے لیے ایک اچھی تمہید مضمون نگار کی کامیابی کی دلیل ہے۔

اس کے لیے فقط انداز بیان کی دل چسپی ہی کافی نہیں بلکہ تمہید میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے،انھیں بھی مضمون سے مربوط ہونا چاہیے۔اچھی تمہید مضمون کو ایک وحدت عطا کرتی ہے۔

اصل مضمون :- تمہید کے بعد مضمون نگار ان مسائل کی طرف رجوع کرتا ہے جس کے لیے تمہید قائم کی گئی تھی یہ مضمون کا سب سے اہم حصہ ہوتا ہے اور پڑھنے والوں کو زیادہ متوجہ بھی کرتا ہے۔ اسی حصے میں مضمون نگار مضمون سے متعلق اپنے نقطۂ نظر کو پیش کرتا ہے اور اس کے حق میں دلائل بھی فراہم کرتا ہے۔ مضمون کا یہ حصہ زیادہ منطقی، فکر انگیز ، خیال افروز اور مواد سے بھرپور ہوتا ہے۔

مضمون نگار اس حصے میں موضوع سے متعلق مختلف تنقیدی جائزہ بھی لیتا ہے۔ اس حصے کی خوبی یہ مانی جاتی ہے کہ اس میں جذباتی پیرایے بیان سے پرہیز کیا جائے اور فقط اپنی ذاتی پسند یاناپسندکی بنیادپر دلائل قائم کرنے کے بجائے منطقی استدلال کی روشنی میں کسی نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔

مضمون کے اس حصے میں اصل مسئلے کا ہر پہلو روشن ہو کر سامنے آ جاتا ہےاورپڑھنےوالا بھی رفتہ رفتہ مضمون نگار کا ہم خیال ہو جاتا ہے۔ مضمون کا یہ حصہ باقی حصوں کے مقابلے میں طویل ہوتا ہے اور کئی پیراگراف پر مشتمل ہوتا ہے۔

اختتام :- مضمون کا آخری حصہ اختتامیہ کہلاتا ہے۔ اس حصہ میں مضمون نگار مضمون میں بیان کیے گئے تمام پہلوؤں کو کم سے کم الفاظ میں سمیٹ کر حاصل کلام بیان کرتا ہے۔مضمون کے درمیانی حصہ میں جو تفصیلات پیش کی گئیں تھیں اور موضوع کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا تھا ،اس سےاخذ کردہ نتائج اختتامیہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔

اختتامیہ کی خوبی یہ سمجھی جاتی ہےکہ اس کو پڑھ لینے کے بعد قاری کے ذہن میں کوئی تشنگی باقی نہ رہ جائےاور موضوع کے متعلق قاری مضمون نگار کے خیالات سے پوری طرح اتفاق کر لے۔ اختتامیہ میں جو نتائج پیش کیے جاتے ہیں اگر ان کی پیش کش کا انداز واضح، اطمینان بخش اور مؤثر نہیں ہوگا تو پڑھنے والا ذہنی الجھنوں کا شکار ہو جایےگا اور یہ اختتامیہ کا عیب ہے۔ پورے مضمون کو چند جملوں میں اس طرح سمیٹ لینا کہ تمام ضروری پہلو سامنے آ جائےاگرچہ دشوار ہوتا ہےلیکن ایک اچھےاختتامیہ کی یہی خوبی سمجھی جاتی ہے۔

مشق اور سوالات:

(۱) مضمون کے تین حصے ہوتے ہیں، کون کون آپ بھی لکھیے:

(۲) مضمون کی تعریف لکھیے:

(۳) اختتامیہ سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

(۴) اچھے مضمون کی کوئی تین خوبیاں لکھیے:

(۵) مضمون نگاری کو اردو ادب میں کیا مقام حاصل ہے؟

(٦) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے اور ان کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

اختتامیہ، اطمینان بخش ، اخذ کردہ، استدلال، منطق، مضمون نگاری، صنف ، دل کش، پر تکلف ، مربوط

(۷) عملی مشق: درج ذیل عناوین میں سے کسی ایک پر کم از کم چار صفحات کا مضمون لکھیے:

(الف) ماں کی عظمت (ب) بچوں کا مستقبل (ج) ہمالیہ

بھیم سین تھاپا

نیپال کوہ ہمالیہ کے دامن میں قدیم تہذیب و ثقافت کا ایک مرکز اور آزاد ملک ہے، یہ ہمیشہ سے خود مختار اور آزاد ملک رہا ہے۔ یہ اپنی تہذیب و ثقافت اور تمدن کی عظیم مثالیں رکھتا ہے۔ بہادری ، جفا کشی، عالی ہمتی، بقائے باہمی ، آپسی اتحاد اور ایک دوسرے کا احترام اس ملک کی تہذیبی قدریں رہی ہیں۔ اس ملک نے اپنی کوکھ سے بڑی بڑی عظیم شخصیات کو جنم دیا ہے جن کی عالی ہمتی اور عزم و حوصلے کی داستانیں بہت مشہور ہیں۔ یہ ملک بہادر جوانوں اور جیالوں کا ملک ہے۔ اسی لیے یہ ملک کبھی کسی کا غلام نہیں بنا، اپنے جواں عزم حوصلوں سے یہاں کے بیر بہادروں نے اینگلو انڈین فوجوں کے حملوں سے بھی اپنے ملک کو محفوظ رکھا اور اپنی آزادی کے پرچم کو کبھی جھکنے نہیں دیا۔ ان ہی عظیم شخصیات میں ایک نام بھیم سین تھاپا کا بھی ہے۔

بھیم سین تھاپا ملک نیپال کا ہیرو مانا جاتا ہے۔ ملک کے اتحاد، فوج کی ترتیب، بین الاقوامی تعلقات ، ملک میں کاشت کاری کی افزائش اور یہاں کی پیداوار میں اضافہ کے لیے آب رسانی کے وسائل کی فراہمی اور ملک کی داخلی و خارجی قوت کو مضبوط کرنے کی نئی نئی پالیسی اخذ کرنے میں وہ بے مثال رہے ہیں، وہ عزم و حوصلہ سے بھرپور کوہ ہمالیہ کے عظیم سپوت مانے جاتے ہیں اور نیپال کی تاریخ میں ان کا نام سنہرے حروف سے لکھا جاتا ہے۔

ان کی پیدائش اگست ۱۷۷۵میں گورکھا ضلع میں ہوئی تھی۔ ان کے والد کا نام امر سنگھ تھاپا تھا۔ ان کی موت ۲۸ جولائی ۱۸۳۹میں ہوئی۔ انہوں نے کل ۶۴ سال کی عمر پائی۔ وہ نیپال کے پہلے وزیر اعظم بنے۔ پرتھوی نارائن شاہ جنہیں جدید نیپال کا معمار مانا جاتا ہے، نے

جب ملک کے سارے چھوٹے چھوٹے راجاؤں کی راج دھانیوں اور علاقوں کو فتح کر کے انہیں ملک میں متحد کرنے اور ایک عظیم ملک نیپال کی تعمیر کی مہم شروع کی تھی، ان کی وفات کے سال ۱۷۷۵ عیسوی میں ہی بھیم سین تھاپا کی پیدائش ہوئی اور بعد میں بھیم سین نے ان کے اس عظیم مہم کو آگے بڑھایا اور اس کے لیے بھرپور کوشش کی اور ملکی اتحاد کو تقویت پہنچانے میں اپنی بے مثال قائدانہ اور فوجی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔

بھیم سین اپنی سیاسی زندگی میں اس اونچائی پر پہنچے جسے مشکل سے کوئی بہادر حاصل کر سکتا تھا، جب اسے مختیار کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔ یہ عہدہ بادشاہ کے یہاں سب سے اونچا اور با اختیار عہدہ مانا جاتا تھا۔ اسے انگریزی میں چیف اتھاریٹی یا وزیر اعظم کا نام دیا جا سکتا ہے۔ بھیم سین کو یہ عظیم عہدہ ۱۸۰۶ عیسوی میں دیا گیا۔ ملک نیپال کی سیاست میں یہ ایک نئی تاریخ اور نئے باب کا آغاز مانا جاتا ہے۔ بھیم سین تھاپا اپنے اس دور میں ملک کے داخلہ و خارجہ دونوں محاذوں پر کامیاب پالیسیوں کے لیے معروف شخصیت بن گئے۔

جب ملک انگلو انڈین وار (برطانوی ہندوستانی جنگ) کے دور سے گذر رہا تھا اور دوسری طرف ملک میں خاندانی جھگڑے اور طبقاتی تفریق انتہا کو تھی، جس کے خلاف انہوں نے مہم چھیڑی۔ وہ اتحاد و اتفاق کے خواہش مند اور ذاتی و طبقاتی منافرت کے شدید مخالف تھے۔ انہوں نے ان اختلافات کے خلاف مہمیں چھیڑیں اور ملک کو سالمیت کی طرف لے جانے کی پالیسیاں مرتب کیں۔ دوسری طرف بھیم سین کے زمانے میں ملک نے اینگلو انڈو نیپال جنگ کا زمانہ دیکھا۔ اسے برطانوی گورکھالی جنگ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ۱۸۱۴ – ۱۸۱۶ کا زمانہ ہے۔ اس جنگ میں بھیم سین کی بہادری کے ساتھ فہم و فراست سے بھرے فیصلوں نے ملک کی سالمیت اور خود مختاری کو محفوظ رکھا۔ اس کے زمانے میں ملک کی مغربی سرحدیں گڑھوال تک پہنچ چکی تھیں، یہ زمانہ بہادر شاہ کی بادشاہت کا زمانہ تھا۔ جسے بعد میں اینگلو نیپال جنگ کے بعد سگولی معاہدہ میں نیپال نے کھو دیا۔ سنہ ۱۹۳۷ عیسوی میں اس کے سیاسی دور کا اختتام ہو گیا۔ مگر نیپال کی تعمیر و ترقی کی تاریخ میں اس کی قائدانہ صلاحیتوں کی داستان لکھی جاتی

اس بہادر اور جفاکش شخص کی زندگی میں بہت سے اتار چڑھاو اور مشکلات بھی آئیں۔ جن کا سامنا کرتے ہوئے انہیں اپنی زندگی ہارنی پڑی۔ کہا جاتا ہے کہ بھیم سین گورکھا کے ایک

عام فوجی گھرانے میں پیدا ہوئے، اپنے بچپن کی عمر ۱۷۸۵ عیسوی میں ہی شہزادہ یعنی رانا بہادر شاہ کے صاحب زادہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے، ۱۷۹۸ عیسوی میں انہیں بادشاہ کا باڈی گارڈ چنا گیا، اپنی طاقت اور فراست سے انھوں نے رانا بہادر شاہ کو ۱۸۰۸ عیسوی میں طاقت ور بادشاہ کی حیثیت سے راج گدی واپس دلانے میں کامیابی حاصل کی، اس کے بعد بادشاہ رانا نے انہیں قاضی کے عہدہ سے سرفراز کیا جسے وزیر کے عہدہ کے مماثل مانا جاتا ہے۔ ۱۸۰۶ عیسوی میں رانا بہادر شاہ کو اس کے سوتیلے بھائی شیر بہادر شاہ کے ذریعہ قتل کرا دیا گیا، جس کے بعد بھیم سین نے اس سازش کی تحقیقات کی اور ۹۳ لوگوں کو اس قتل کے جرم میں قتل کروا دیا، اس کے بعد ہی نئی عہد بادشاہت میں اس نے مختیار یعنی وزیر اعظم کے عہدہ کا اعلان کیا اور خود اس پر متمکن ہوگیا۔ مختیار کے عہدہ پر ایک عرصہ تک فائز رہے۔ بھیم سین کو بعد میں ملکہ سامراجیہ لکشمی دیوی اور کالو پانڈے نے دامودر پانڈے کے قتل کے جھوٹے الزام میں جیل میں بند کردیا جہاں اس نے ۱۸۳۹ عیسوی میں خود کشی کر لی اور اس طرح ایک بہادر جرنیل کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ بھیم سین نے ، جب اسے جیل میں یہ بتایا گیا کہ اس کی بیوی کو باہر ننگا کرکے سڑکوں پر گھمایا جا رہا ہے، وہ اس بے عزتی اور ذلت کو برداشت نہیں کر پایا اور چھری سے ریت کر اپنا گلا کاٹ لیا اور اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

نیپال کی تاریخ میں بھیم سین ایک کامیاب پالیسی ساز شخصیت مانا جاتا ہے، اس نے اپنے زمانے میں ملک کو داخلی قوت فراہم کی اور خارجی طاقت بھی، اسی کے زمانے میں ملک ایک عظیم سلطنت بنا جب نیپال کے حدود مغرب میں ستلج ندی اور مشرق میں تیستا ندی تک پہنچ گئے۔ مگر بد قسمتی سے اینگلو انڈین جنگ ۱۹۱۴ تا ۱۹۱۶ عیسوی کے بعد سگولی معاہدہ میں ملک کو اپنے جغرافیائی حدود کے تقریباً ایک تہائی حصہ سے دست بردار ہونا پڑا۔ بھیم سین ملک کے سماجی ، معاشی، مذہبی اور دیگر جدید انتظامی امور میں بڑے پیمانے پر اصلاحات کے لیے جانے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ فرانسیسی طرز پر ملک کی فوجی تربیت اور جدید ترتیب کے لیے بھی وہ معروف ہیں۔ اس کے زمانے میں بہت سے مندر اور قومی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ انھی میں دھرہرا (بھیم سین ٹاور) بھی معروف ہے۔نیپال کی تاریخ میں اسے ایک قومی ہیرو، انتہائی

ہوشیار، زیرک اور سیاسی بصیرت مند حکم راں کی حیثیت سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔اپنی خارجہ پالیسی میں اس نے ملک کی قومی سالمیت کی حفاظت کی، وہ ملک کی داخلی اصلاحات مثلاً جدید انتظامی امور، پروگرامس اور پالیسیز کے لیے بھی معروف ہیں۔البتہ اس نے اپنے سیاسی آغاز میں اختیارات کے حصول کے لیے سیاسی چپقلش کا مقابلہ کرتے ہوئے بہت سے سیاسی رہنماؤں اور قائدین کو قتل کروایا۔ اپنے اختیارات کے حصول کے لیےسیاسی رہنماؤں کے اس طرح بہیمانہ قتل اور ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک پر اسے سخت تنقید کا نشانہ بھی بنایا گیا ہے اور یہی وجہ رہی کہ انہیں زندگی کے آخری ایام جیل کی سلاخوں کے اندر گذارنی پڑیں اور بالآخر انہوں نے خود کشی کر لی۔

مشق اور سوالات:

(۱) بھیم سین ملک نیپال کے کس خطے میں پیدا ہوئے؟
(۲) بھیم سین کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کیا ہے؟
(۳) بھیم سین کے زمانے کے مشہور بادشاہ کا نام لکھیں۔
(۴) بھیم سین ملک نیپال میں کن کن اصلاحات کے لیے جانے جاتے ہیں؟
(۵) بھیم سین کی موت کیسے ہوئی؟

☆ قوسین میں دیے گئے الفاظ اور تاریخوں کو منتخب کر کے درج ذیل جملوں کو مکمل کیجیے:۔

(۱) نیپال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا ملک ہے (کمزوروں/بیر بہادروں/لڑاکوں)
(۲) نیپال کی جدید فوجی، سیاسی، انتظامی ترقی میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا نمایاں نام ہے۔ (امر سنگھ/کالا پانڈے/بھیم سین)
(۳) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سنہ میں بھیم سین کو مختیار کا عہدہ دیا گیا۔ (۱۸۰۶/۱۷۹۲/۱۸۳۹)۔
(۴) نیپال نے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔معاہدے کے ذریعہ اپنے ملک کا بہت بڑا حصہ کھو دیا۔ (سگولی معاہدہ/ اوسلو معاہدہ/ایشیا پیسیفک کمیشن)

☆ نیپال نے سگولی معاہدہ کس سے اور کس سال میں کیا تھا؟اس سے ملک کو کیا نقصان ہوا؟

☆ اس سبق کو پڑھ کر بھیم سین کے بارے میں ۱۰ جملے اپنے لفظوں میں لکھیے۔

☆ درج ذیل جملوں کے سامنے صحیح یا غلط کا نشان لگایے:

(۱) بھیم سین نیپال کا مشہور راجہ تھا۔

(۲) بھیم سین کے زمانے میں ملک میں ذات پات اور طبقات کا نظام رائج تھا جسے انہوں نے قانون بنا کر ختم کرنے کی کوشش کی۔

(۳) ملک نیپال میں آب رسانی ، ڈیم اور سینچائی کے علاوہ فوجی نظام میں بھیم سین کے زمانے میں بڑی اصلاحات ہوئیں۔

(۴) بھیم سین کو زہر دے کر مار دیا گیا۔

(۵) بھیم سین نے بہت سے تاریخی و قومی عمارتیں بنوائیں ان میں بھیم سین ٹاور یعنی دھرہرا بہت مشہور ہیں۔

☆ اپنے سماج کی ترقی کے لیے آپ کیا کیا کر سکتے ہیں؟ نکات کی صورت میں لکھیے:

نظم

ابوالمجاہد زاہد

ہاں یہی رنگِ جہاں تھا پہلے
کارواں پھر بھی رواں تھا پہلے

راہ میں پھول ہیں یا کانٹے ہیں
اس قدر ہوش کہاں تھا پہلے

دل بھی جلتے ہیں چراغوں کی طرح
رات پر دن کا گماں تھا پہلے

صرف عقبیٰ پر نظر تھی سب کی
دھیان دنیا کا کہاں تھا پہلے

اب ہے محدود فقط مسجد تک
وہ جو اِک ذوقِ اذاں تھا پہلے

اب جوانوں پہ ہے پیری طاری
اور ہر پیر جواں تھا پہلے

ہر کوئی جائزہ لے کر دیکھے
وہ کہاں اب ہے؟ کہاں تھا پہلے

اب تو ہر حال میں خوش ہیں زاہدؔ
کچھ نہ کچھ رنجِ زیاں تھا پہلے

مشق اور سوالات:

(۱) اس نظم کی کوئی تین شعری خوبیاں لکھیے:

(۲) مقطع میں شاعر نے کیا وضاحت کی ہے؟

(۳) اس بند کا مفہوم اپنے الفاظ میں درج کیجیے:

صرف عقبیٰ پر نظر تھی سب کی
دھیان دنیا کا کہاں تھا پہلے

اب ہے محدود فقط مسجد تک
وہ جو اِک ذوقِ اذاں تھا پہلے

سبق نمبر ۱۶

میرا پسندیدہ مشغلہ

کل درجے میں مضمون نویسی کا مقابلہ ہوا تھا۔ آج استاذ محترم درجے میں آئے تو انھوں نے نتیجے کا اعلان کیا۔ اس مقابلے میں خبیب احمد اول آیا۔ چناں چہ انھوں نے خبیب احمد کو دعوت دی کہ وہ آکر اپنا مضمون درجے میں سنائے۔

خبیب احمد نے اپنا مضمون پڑھنا شروع کیا۔ سمجھ دار لوگ بے کار نہیں بیٹھتے بلکہ فرصت کے اوقات کے لیے کوئی ہلکی پھلکی مصروفیت پسند کر لیتے ہیں۔ یہی مصروفیت "مشغلہ" کہلاتی ہے۔

مختلف لوگ اپنی طبیعت اور ماحول کے مطابق مختلف مشغلے اختیار کرتے ہیں۔ کوئی مطالعے کا شوقین ہوتا ہے، کوئی سیر و شکار کا، کسی کو ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ کوئی پرندے وغیرہ پالتا ہے اور کسی کو قلمی دوستی کا شوق ہوتا ہے۔ یوں تو ہر شخص کو اپنا مشغلہ سب مشغلوں سے بہتر نظر آتا ہے، لیکن مختلف مشغلوں کا موازنہ کیا جائے تو وہی مشغلے زیادہ پسندیدہ ہوتے ہیں، جو دل چسپ بھی ہوں اور مفید بھی۔ میرے پسندیدہ مشغلے باغ بانی میں یہ دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں۔

جہاں تک دل چسپی کا تعلق ہے تو کون ایسا بد ذوق ہوگا جو صاف ستھری کیاریوں میں سلیقے سے لگے ہوئے پودوں اور ان کی سرسبز ڈالیوں سے جھانکتے ہوئے رنگ برنگ پھولوں کی بہار دیکھ کر سبحان اللہ اور واہ واہ نہ کہہ اٹھے یا اقبال کا یہ شعر زبان پر نہ آجائے۔

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار　　　اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن

دوسرے مشغلوں سے تو انسان کا دل کسی بھی وقت پھر سکتا ہے۔ لیکن باغ بانی سے طبیعت کبھی سیر ہو ہی نہیں سکتی۔ زمین تیار کرنے سے لے کر پھول کھلنے تک ہر مرحلے میں میری دل چسپی کا سامان موجود ہوتا ہے۔ جیسے جیسے پودوں میں نئی نئی پتیاں اور کلیاں نکلتی رہتی ہیں اس دل چسپی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ چھوٹے بڑے سبھی میرے مشغلہ میں دل چسپی لے رہے ہیں۔ بہنیں بالوں میں پھول لگا رہی ہیں، امی گل دان سجا رہی ہیں، ابو رات کو میز پر پھول رکھ رہے ہیں اور آنے جانے والے سب لوگ پھولوں کی تعریف کر رہے ہیں تو جی چاہتا

ہے سب کام کاج چھوڑ کر دن بھر کھرپی لیے کیاری میں بیٹھا رہوں۔

یہ تو دل چسپی کی بات ہے۔ رہا مفید ہونے کا سوال تو فوائد کے لحاظ سے بھی میرا مشغلہ کسی اور مشغلے سے کم نہیں۔ دوسرے مشغلوں میں عام طور پر بہت پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً فوٹو گرافی اور شکار وغیرہ بہت مہنگے شوق ہیں، لیکن میرا مشغلہ ایسا ہے کہ ہلدی لگے نہ پھٹکری، رنگ بھی چوکھا آئے۔ بس ایک مرتبہ چند اوزار مثلاً پھاوڑا، کھرپی، قینچی، فوارہ، کدال اور چند ٹوکریاں خرید لیجیے۔ جہاں تک بیجوں اور قلموں کا تعلق ہے، اول تو وہ ہم کو باذوق لوگوں سے مفت مل سکتے ہیں اور اگر خریدنے کی بھی ضرورت پڑ جائے تو بس ایک دفعہ بیج خرید لیجیے اور پھر اپنی ہی کیاری کے بیج خود لگاتے رہیے اور دوسروں سے بھی ان کا تبادلہ کرتے رہیے۔ چھلکوں اور پتوں کو ایک گڑھے میں ڈال کر گلاتے رہیں تو کھاد بھی خریدنے کی ضرورت نہیں۔ ایک آدھ کیاری سبزیوں کے لیے وقف کر دیجیے تو ہر فصل کی تازہ سبزی ہر روز گھر میں موجود رہے گی۔ خود بھی کھائیے، محلے والوں کو بھی تحفہ دیجیے۔

یہ تو میرے مشغلے کے ظاہری فائدے تھے، باغ بانی کے کچھ اور بھی فائدے ہیں، جو غور کرنے سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس قسم کے فائدوں میں سب سے اہم فائدہ تو یہ ہے کہ جب انسان اپنے ہاتھ سے کیاریوں میں مزدوروں کی طرح کام کرتا ہے اور ہاتھ مٹی میں بھرتا ہے تو اس کے دل سے غرور اور تکبر کے خیالات نکل جاتے ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس مشغلے میں اچھی خاصی ورزش بھی ہو جاتی ہے، جو صحت کے لیے نہایت ضروری ہے۔ تیسرا اہم فائدہ یہ ہے کہ روزانہ دن کا کچھ حصہ پودوں اور درختوں کے درمیان گزارنے سے ہمارے پھیپھڑوں کو ان سے خارج ہونے والی آکسیجن کافی مقدار میں مل جاتی ہے، جو ہماری زندگی اور صحت کے لیے ضروری ہے۔ پیارے نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ اگر تم کوئی پودا بو رہے ہو اور تمھیں معلوم ہو کہ قیامت آ رہی ہے تو تم وہ پودا بو دو۔

باغ بانی سے یہ سارے فوائد حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اس مشغلے کے بارے میں تفصیلی معلومات ضرور حاصل کر لے۔ میں جب اپنے گھر آیا اور گھر میں کافی زمین خالی دیکھی تو پڑوس سے کدال لا کر الٹی سیدھی کیاری بنا کر بہت سے بیج اس میں ڈال دیے۔ کچھ نکلے کچھ مر گئے، جو نکلے تھے ان میں سے بھی کچھ پانی کی بہتات سے گل گئے، کچھ دھوپ کی شدت

سے جل گئے اور کچھ تو چڑیاں چگ گئیں۔ میں ان چیزوں سے بد دل ہو کر یہ مشغلہ ترک کرنے ہی والا تھا کہ میرے والد صاحب نے فن باغ بانی پر لکھی ہوئی ایک کتاب لا کر دی، جس میں زمین کی تیاری، سبزیوں، پودوں اور درختوں کی اقسام، ان کے بونے اور پھلنے پھولنے کے موسم، مختلف پودوں کو پانی اور کھاد دینے کے طریقے، غرض اس قسم کی ساری تفصیلات اس میں درج تھیں۔ اب جو اس کتاب کی مدد سے میں نے کام کرنا شروع کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے میرا گھر اچھے خاصے باغیچے میں تبدیل ہو گیا۔

میری دیکھا دیکھی اہل محلّہ اور ہم جماعت اکثر لڑکوں نے بھی اپنے گھروں میں کیاریاں بنالی ہیں اور جن کے گھروں میں کیاریاں بنانے کی گنجائش نہیں ہے وہ چھوٹے چھوٹے گملے خرید لائے ہیں۔ اس مشترکہ مشغلے کی بنا پر ہم لوگوں میں قلموں اور بیجوں کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ پھولوں کے گل دستے اور سبزیاں ایک دوسرے کو بھیجتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”آپس میں ایک دوسرے کو تحفے تحائف دیا کرو اس سے آپس کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس حدیث مبارک کا تجربہ مجھے اپنے اس مشغلے کی بدولت ہوا ہے۔

مشق و سوالات:

(۱) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

دعوت دیتا، فوٹو گرافی، پیرہن، بہتات، کھرپی، ۔

(۲) ہلدی لگے نہ پھٹکری، رنگ بھی چوکھا آئے: یہ ایک کہاوت ہے اور ایسے موقعے پر بولتے ہیں جہاں کچھ خرچ بھی نہ کرنا پڑے اور کام بن جائے۔اس طرح کی پانچ کہاوتیں لکھیے۔

(۳) ذوق: ایک جیسا شوق رکھنے والے اس طرح کے پانچ ہم وزن الفاظ تلاش کیجیے۔

(۴) مشغلے سے کیا مراد ہے؟

(۵) سے مشغلے زیادہ پسندیدہ ہیں؟

(۶) باغبانی دوسرے مشغلوں سے کس طرح مختلف ہے؟

(۷) باغبانی سے کیا کیا فائدے ہیں؟

(۸) کرنے سے غرور و تکبر کے خیالات دل سے کس طرح نکل سکتے ہیں؟

(۹) طریقے سے باغبانی کا سلیقہ کس طرح سیکھا جا سکتا ہے؟

(۱۰) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پر کیجیے:

۱. باغبانی سے طبیعت کبھی۔۔۔۔۔۔۔ ہی نہیں سکتی۔

۲. باغبانی کرنے سے اچھی خاصی.۔۔۔۔۔۔ بھی ہو جاتی ہے۔

۳. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپس میں ایک دوسرے کو۔۔۔۔۔۔۔۔دیا کرو۔

(۱۱) ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

گلدان، آکسیجن، فوٹو گرافی، تحفہ، غرور۔

(۱۲) اس مضمون کی کوئی تین خوبیاں لکھیے:

☆ کچھ اور کام: میرا پسندیدہ مشغلہ کے عنوان کے تحت باغبانی کے علاوہ اپنے پسندیدہ مشغلے پر تین صفحات کا ایک مضمون لکھیے۔

سبق نمبر ۱۷

اسلام میں انسانی حقوق

اسلام اللہ کا نازل کردہ دین ہے، وہ دنیا و آخرت کی فوز و فلاح کا ضامن ہے۔ اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ انسانی حقوق کا پاسبان و محافظ ہے اور ان حقوق کی پامالی کو روکنے کے لیے مؤثر تدابیر کی رہ نمائی کرتا ہے۔ وہ اپنے پیروکاروں کی زندگی کو صرف عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد، اور دعوت و تبلیغ تک محدود نہیں رکھتا بلکہ وہ ہمیں اُس راستے پر گامزن ہونے کی ہدایت دیتا ہے جس پر انسانیت کے سب سے عظیم محسن حضرت محمد ﷺ گامزن تھے۔

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کا روشن اور مثالی پہلو یہی ہے کہ آپ نے حقوق انسانی کا جامع تصور پیش کیا۔ اسلام میں نیکی کا جو جامع تصور پیش کیا گیا ہے، اس میں خدمت خلق، حقوق انسانی اور حسن معاشرت بھی اس کا ایک لازمی حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: نیکی صرف یہی نہیں کہ آپ لوگ اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لیں، بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اللہ کی محبت میں اپنامال قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں، سوال کرنے والے (حقیقی ضرورت مندوں)، اور غلاموں کی آزادی پر خرچ کرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور جب کوئی وعدہ کریں تو اسے پورا کرتے ہیں۔ سختی، مصیبت اور جہاد کے وقت صبر کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی متقی ہیں۔ (البقرة ۲:۱۷۷)۔

اسلام انسانی حقوق کو انسانی عزت و تکریم کا لازمہ سمجھتا ہے کیونکہ انسان زمین میں خلیفہ بنایا گیا ہے اور اس لحاظ سے عزت و تکریم کے لائق ہے۔ اسلامی معاشرہ میں ہر فرد بلاتفریق مذہب و ملت عزت و احترام اور آزادی کا مستحق ہے۔ اسلام میں فرد کی آزادی، اس کے ساتھ احترام، عدل و انصاف اور مساوات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ وہ انسانوں کے معاشی، سماجی، ثقافتی اور سیاسی حقوق کو تحفظ فراہم کرتا ہے، ہر فرد کے جان و مال کو تحفظ فراہم کرتا ہے، عقیدہ ومذہب کو اختیار کرنے کی آزادی دیتا ہے اور اسلام انسان کو اظہار رائے

اور اظہار خیال کی بھی آزادی دیتا ہے۔

اسلام صرف ایک مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ قرآن اور سنت نے انسان کے حقوق اور واجبات کو صاف صاف واضح کیا ہے۔ اسلام احترام انسانیت اور انسانی حقوق کا علم بردار ہے۔ اسلام کا فلسفہء انسانی حقوق دیگر مذاہب سے ممتاز ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے انسانی زندگی کے ہر ایک پہلو کے حوالے سے ایسی سنہری تعلیمات عطا کی ہیں جو زندگی میں حسن اور توازن پیدا کرنے کی ضمانت دیتی ہیں۔اسلام میں انسانی حقوق درج ذیل ہیں:

اسلام نے انسانی حقوق کی ادائیگی میں ہر طرح کے جنسی، نسلی اور طبقاتی امتیازات کی نفی کی ہے۔قرآن حکیم نے انسانوں کے درمیان مساوات کی اصولی بنیاد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کرکے روئے زمین پر) پھیلا دیے۔ اورڈرو اس اللہ سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت کی تکمیل کا ذریعہ بناتے ہو اور قطع رحمی سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ [سورۂنساء:۱]۔

اسلام نے ہر اس سبب کی بھی نفی کردی جو انسانی مساوات کی پامالی کا باعث بن سکتا تھا، بلکہ وجہ شرف وفضیلت صرف تقوی کو قرار دیا، ارشاد باری ہے: (لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرو۔ اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بےشک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے) [سورۂ حجرات:۱۳]۔

اسلام نے انسانی حقوق کے باب میں ہر طرح کے امتیازات کی نفی کی اوردنیاوی و اخروی مساوات کے اصول پر مبنی حقوق عطا کیے۔ارشاد ربانی ہے: (تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا) [سورۂ آل عمران:۱۹۵]۔

اسلام نے انسان کو بحیثیت انسان عزت و وقار دیا اور ان کو ہر طرح کے جنسی ، نسلی، طبقاتی امتیاز سے بالاتر قرار دیا، " ولقد کرمنا بنی آدم" کے آفاقی ضابطے کے تحت احترام آدمیت

کو ہی اولین بنیاد بنایا ہے جس کی مثال بھی دوسری تہذیب یا قوم کے ہاں نہیں مل سکتی۔

اسلام زندگی میں عدل و اعتدال کا درس دیتا ہے۔ اس نے حقوقِ انسان کا ایسا جامع تصور عطا کیا جس میں حقوق وفرائض میں باہمی توازن پایا جاتا ہے۔

انسانی حقوق کے جس تصور تک آج کے انسانی حقوق کے ادارے اور این جی اوز پہنچی ہیں، اس سے کہیں زیادہ جامع اور واضح تصور نبی اکرم ﷺ نے آج سے چودہ سوسال قبل پیش کردیا تھا۔ خطبۂ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے بڑی تاکید کے ساتھ حقوق انسانی کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ خطبۂ حجۃ الوداع کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں نبی اکرم ﷺ نے محض مسلمانوں کو نہیں بلکہ پوری انسانیت کو مخاطب کیا۔ نبی کریم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں "مسلم" کا لفظ استعمال نہیں کیا۔بلکہ آپ ﷺ نے کئی بار "اِیہا الناس" "اے لوگو!" کی اصطلاح استعمال فرمائی۔آپ ﷺ کے عطا کردہ انسانی حقوق کا عظیم تصور انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا اس طرح احاطہ کرتا ہے:

(۱) انفرادی حقوق:۔ فرد معاشرہ کی اکائی ہے۔جب تک کسی بھی معاشرہ میں فرد کی حیثیت کا تعین اور اس کے حقوق کا تحفظ نہیں کیا جائے گا اس معاشرہ میں حقوق کے تحفظ کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ اسلام نے نہ صرف فرد کو باوقار مقام عطا کیا بلکہ اسے وہ تمام حقوق بھی عطا کیے جو اس کے ارتقا و بہبود کے لیے ضروری ہیں۔

(۲) سماجی حقوق:۔ اسلام نے معاشرہ کے مختلف افراد کو معاشرتی وسماجی حقوق وفرائض کی تعلیم دے کر وہ تمام مثبت بنیادیں فراہم کردی ہیں جو ایک متوازن ،معتدل اور انسانی حقوق کا احترام کرنے والے معاشرہ کے قیام کے لیے ضروری ہیں۔

(۳) سیاسی حقوق:۔ ایک مثالی سیاسی نظام کا قیام سیاسی حقوق وفرائض کے واضح تعین کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کے حقوق کا واضح تعین فرمایا اور اس کی عملی توضیح وتشریح ہجرت کے بعد پہلی اسلامی ریاست قائم کر کے فرما دی۔

(۴)معاشی حقوق:۔ رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ اقتصادی اور معاشی حقوق معاشرہ میں مساویانہ معاشی نظام کے قیام کی ضمانت عطا کرتے ہیں۔ ان حقوق کی بنیاد قرآن کا دیا ہوا وہ

انقلابی معاشی نقطہ نظر ہے جو اسلام کی معاشی تعلیمات کو دنیا کے تمام دیگر معاشی نظاموں سے منفرد کرتا ہے۔

خطبۂ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے انسانیت کی عظمت، احترام اور حقوق پر مبنی ابدی تعلیمات اور اصول بیان کیے مگر یاد رہے کہ سیرت نبوی میں حقوق انسانی سے متعلق یہ واحد دستاویز نہیں،آپ ﷺ کی پوری زندگی انسانیت نوازی اور تکریم انسانیت کی تعلیمات سے عبارت ہے۔

غرض کہ اسلامی نظام ہی عدل وانصاف کا حامل ہے جو معاشرہ کو امن وآشتی کا گہوارہ بناتے ہوئے ایک فلاحی مملکت کی حقیقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔در حقیقت رسول اللہ ﷺ کا نظام حقوق وفرائض، انسانی حقوق کا ایک بے مثال عالمی چارٹر ہے جسے انسانی حقوق کی پہلی تحریری دستاویز یا منشور ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔اسلام ہی انسان کے تمام تر حقوق و اختیارات کی یقین دہانی کر سکتا ہے۔ اسلام انسانوں کے خالق کا دین ہے اور وہ خالق کسی کے ساتھ نا انصافی نہیں کر سکتا ہے۔

اگر انسان آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہیں تو یہ دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے اور اگر ان حقوق کو ادا نہ کیا جائے تو دنیا میں فساد برپا ہوگا، مثلاً بادشاہ اور حاکم اپنے حقوق ادا نہ کریں تو رعایا کی زندگی مشکلات کا شکار ہو جائے گی۔ شوہر بیوی کے اور بیوی شوہر کے حقوق ادا نہ کرے تو میاں بیوی کی زندگی دنیا ہی میں جہنم بن جائے گی،پڑوسی ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کریں تو محبت و امن کی فضا مکدر ہو جائے گی، اسی طرح مسلم غیر مسلموں کے حقوق اور غیر مسلم مسلموں کے حقوق ادا نہ کریں تو دنیا میں تعصب و عناد، طبقاتی کشمکش اور فتنہ وفساد برپا ہو جائے گا۔دنیا میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی جانب سے متعین کردہ انسانی حقوق کی ادائیگی کرتے رہیں۔یہی اسلام کی تعلیم اور نبی پاک ﷺ کی بعثت کا مقصد ہے۔ علامہ حالی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے؛

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہُدیٰ کا — کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالقِ دو سِرا کا — خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں — کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

مشق و سوالات :

(۱) اسلام کی کن کن خوبیوں کو آپ جانتے ہیں؟ اس پر دو پیرا گراف لکھیے :

(۲) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیں؛

ہدیٰ، کنبہ، خلائق، دستاویز، متوازن ، معتدل، طبقات، پاسبان، گامزن، معاشرت،

(۳) درج ذیل الفاظ کی پہچان کیجیے اور ان کے سامنے جمع / واحد لکھیے :

کنبہ، فرائض، مخلوق، مقاصد، حق، عباد، ریاست، ارحام، طبقہ، تعلیمات، واجب، اختیارات، دستاویز، محتاج، مسافر، علم بردار، اسباب، پیغمبروں

(۴) اس سبق کو غور سے پڑھیں اور اس میں موجود دو الفاظ کے مرکبات کو پہچان کر انہیں نوٹ کریں۔

(۵) درج ذیل سوالوں کے جواب دیں۔

ا۔ اسلام کس کا دین ہے اور کس کے لیے نازل ہوا ہے؟

۲۔ قرآن میں انسانی مساوات پر کوئی حکم ہو تو لکھیں۔

۳۔ سارے انسان کس کی اولاد ہیں؟

۴۔ سبق کے آخر میں علامہ حالی کے تین اشعار لکھے گئے ہیں، آپ بھی ان کے چند اشعار نوٹ بک میں لکھیں اور انہیں سمجھیں۔

(۶) خطبہ حجۃ الوداع کسے کہتے ہیں اپنے استاد کی مدد سے انسانی حقوق پر مشتمل ۳ بنیادی نقاط لکھیں۔

سبق نمبر ۱۸

ابتدائی طبّی امداد

اسوج کی دو تاریخ قریب تھی۔اس تاریخ کو پورے ملک میں یوم تعلیم یعنی شکچھا دیوس کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر ہمارے کپلوستو نگرپالیکا کے تمام اسکولوں نے بھی مختلف تقاریب کا اہتمام کیا تھا۔ ان میں تیراکی، لانگ جمپ، ہائی جمپ، ٹیبل ٹینس، کرکٹ، والی بال ، فٹ بال ، رنگ بال ، ڈرائنگ ، بیٹ منٹن اور دوسرے کھیلوں کے مقابلے بھی شامل تھے۔ اسکولوں کے درمیان جہاں ان مقابلوں میں حصہ لینے والوں کی تربیت اور ٹیسٹ میچ کا انتظام ہوا وہاں طلبہ وطالبات میں سے ہی ایک ایسی امدادی ٹیم بھی بنائی گئی جو ابتدائی طبّی امداد کا کورس پاس کر چکی تھی۔ آج انہی طلبہ وطالبات کا ٹیسٹ لیا جانا تھا۔

ابتدائی طبی امداد کی تربیت دینے والے استاد بھی موجود تھے تا کہ ان طالب علموں کا امتحان لے سکیں۔ جب تمام طلبہ اور اساتذہ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تو ٹریننگ

دینے والے استاد اپنی نشست سے کھڑے ہوئے اور گفتگو کی ابتدا کی۔

استاد: جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں طبّی امداد کی ٹیم اس لیے تشکیل دی گئی ہے کہ اگر کھیلوں کے ان مقابلوں کے درمیان کسی کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس کو فوری طبّی مدد دی جاسکے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ طالب علموں ہی میں سے کوئی ایک وضاحت کے ساتھ یہ بتائے کہ ابتدائی طبّی امداد کسے کہتے ہیں؟ (کئی طلبہ جواب دینے کے لیے ہاتھ اٹھا دیتے ہیں)

استاد: نہیں۔ ایسے نہیں۔ بلکہ ایک سرے سے جواب دینا شروع کریں اور میرے ہر سوال کے جواب میں ایک کے بعد دوسرا پھر تیسرا طالب علم جواب دیتا جائے۔ ہاں تو پہلا نمبر آپ کا ہے جس طالب علم کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے وہ کھڑا ہو کر جواب دینے لگتا ہے۔

طالب علم: جناب! اگر کسی شخص کو کوئی حادثہ پیش آجائے مثلاً چوٹ لگ جائے، نکسیر پھوٹ جائے، سانپ ڈس لے، پانی میں ڈوبنے یا کسی سبب سے دم گھٹ جانے سے بے ہوش ہو جائے، ایسی صورت میں ڈاکٹر یا ہسپتال تک لے جانے میں کچھ وقت لگ سکتا ہے۔ اس سے مریض کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔لہٰذا چوٹ لگنے اور ڈاکٹر تک پہنچانے کے درمیانی وقفے میں کیا جانے والا فوری علاج " فرسٹ ایڈ یا ابتدائی طبّی امداد کہلاتا ہے۔

استاد: شاباش! بیٹھ جائیے۔ (دوسرے طالب علم کی طرف اشارہ کرکے) آپ ذرا یہ بتائیے کہ اگر کسی کو چوٹ لگ جائے اور خون زیادہ بہنے لگے تو ایسی صورت میں فوری علاج کیا ہوگا؟

طالب علم: (کھڑے ہوکر) جناب! سب سے پہلے ہم بہتے ہوئے خون کو روکنے کی کوشش کریں گے، کیونکہ اگر خون مسلسل بہتا رہا تو کم زوری بڑھتی چلی جائے گی۔ اس سے مریض یا زخمی کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ ہم سب سے پہلے خشک روئی یا کپڑے کی گدی سی بنا کر خون بہنے کی جگہ رکھ کر پٹی باندھ دیں گے۔ اگر روئی یا کپڑا موجود نہ ہو تو فوراً ہتھیلی سے زخم کو داب کر بہتے خون کو روکنا ہوگا۔ ہتھیلی کا دباؤ زخم

کے عین اوپر نہیں بلکہ اس کے ارد گرد کی جگہ پر رکھنا ہوگا۔
استاد: بالکل ٹھیک۔ لیکن فرض کیجیے کسی چوٹ یا زخم کے بغیر خون بہنے لگے۔ مثال کے طور پر نکسیر پھوٹ جائے تو کیا ایسی صورت میں بھی خون بند کرنے کا یہی طریقہ ہو گا؟ (آپ بتائیے ، دوسرے طالب علم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے۔)
طالب علم : نہیں استاد محترم! اس کے لیے دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ سب سے پہلے ایسے شخص کو ہوا کے رخ پر بٹھائیں گے تاکہ اس کو تیز ہوا لگ سکے۔ اس کا سر پیچھے کی طرف جھکا دیں گے اور بازو اوپر اٹھا دیں گے۔ پھر ٹھنڈے پانی میں کپڑا بھگو بھگو کر اس کی ناک اور گردن پر رکھیں گے۔ ناک میں روئی لگا دی جائے گی اور اسے ناک کے بجائے منہ سے سانس لینے کو کہا جائے گا۔
استاد: صحیح ہے۔ (اگلے طالب علم کی طرف اشارہ کرکے) آپ ذرا یہ بتائیں کہ اگر کھیلتے کودتے یا چلتے پھرتے پاؤں میں موچ آجائے تو آپ کیا کریں گے؟
طالب علم : جناب! موچ آجانے کی صورت میں پاؤں یا جوتے کے نیچے رومال رکھ کر جس جانب پاؤں مڑا ہے، اس سے دوسری طرف اسے موڑ کر پاؤں کا تلوا اوپر کی جانب اٹھائیں گے اور اسے باندھ دیں گے۔ پاؤں کو زور سے جھٹکا دینے کی ضرورت نہیں۔ گھر پہنچ کر جوتے موزے اتار کر پاؤں کو گرم پانی سے ٹکوریں گے۔ پھر اوپر سے کپڑا باندھ دیں گے۔ چلنے پھرنے سے منع کر دیں گے یہاں تک کہ اچھی طرح آرام ہو جائے۔
استاد: درست ہے (اگلے طالب علم سے مخاطب ہو کر) آپ یہ بتائیے کہ اگر ہاتھ یا پاؤں سے خون بہہ رہا ہو تو آپ کیا کریں گے؟
طالب علم : سب سے پہلے ہم ایسے شخص کو فوراً سیدھا کر کے لٹا دیں گے۔ ہاتھ یا پاؤں سے خون بہہ رہا ہو تو اسے یک دم اوپر کر دیں گے۔ اگر کہیں خون جم گیا ہے تو زبردستی کھرچ کر ہٹانے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ اس سے زخمی کو مزید تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ البتہ زخم پر صاف ستھرے کپڑے کی پٹی باندھ دی جائے گی۔ تاکہ گرد و غبار زخم کے اندر داخل نہ ہو اور مکھیاں نہ بیٹھیں کیوں کہ اس سے زخم سڑ

جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

استاد: اچھا اب ذرا اگلا طالب علم یہ بتائیے کہ اگر ہڈی ٹوٹ جائے تو کیا ایسی صورت میں بھی کوئی فوری طبّی امداد دی جاسکتی ہے؟

طالب علم: جی ہاں! اگر جسم کے کسی حصے کی ہڈی ٹوٹ جائے تو جہاں تک ممکن ہو نہایت آرام کے ساتھ اس عضو کو سیدھا کیا جائے۔ اب ایک ہاتھ سے نیچے کی طرف سے اور دوسرے ہاتھ سے اوپر کی طرف سے اس عضو کو تھام کر، ذرا جھٹکے سے ہڈی کو سیدھا کیا جائے، پھر اس عضو کے ساتھ اوپر سے نیچے تک لکڑی کی ایک پٹی باندھ دی جائے۔ اگر ٹانگ کی کوئی ہڈی ٹوٹی ہو اور فوری طور پر کوئی لکڑی موجود نہ ہو تو اسے دوسری ٹانگ کے ساتھ باندھ دیا جائے۔ اگر کلائی یا بازو کی ہڈی ٹوٹی ہو تو اس ٹوٹے ہوئے حصے پر لکڑی کی کھپچیاں باندھ کر ہاتھ کو کپڑے کی جھولی میں رکھ دیں۔

استاد: ٹھیک ہے۔ (ایک اور طالب علم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اگر کسی سبب سے بے ہوشی طاری ہو جائے تو ابتدائی طبّی امداد کے تحت اس کا کیا علاج کیا جائے گا ؟

طالب علم: جناب! پہلی بات تو یہ کہ بے ہوشی کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں۔ سر پر چوٹ لگ جائے، زیادہ خون بہہ جائے، دل کی کم زوری، نا قابل برداشت گھٹن یا گرمی، مرگی، یا نشہ آور اشیا کا استعمال، ان سب کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت میں بے ہوش ہو جانے والے شخص کو گرنے سے بچایا جائے۔ خون بہہ رہا ہو تو اس کے روکنے کی تدبیر کی جائے۔ اسے اس طرح لٹایا جائے کہ سانس لینے میں رکاوٹ نہ ہو۔ گردن اور سینے میں گھٹن محسوس ہو تو کپڑے الگ کر دیے جائیں۔ تازہ ہوا کی آمد و رفت کا انتظام کریں۔ ارد گرد کھڑے لوگوں کو ہٹا دیں۔ دروازے اور کھڑکیاں کھول دیں۔ اگر سانس نہ لیا جا رہا ہو تو مصنوعی سانس دلانے کا انتظام کریں۔ اسے گرم رکھیں اور پسینہ آئے تو خشک کرتے رہیں۔ ذرا آرام آجانے پر منہ پر پانی کے چھینٹے دیں یا آکسیجن دیں۔ مرگی کی صورت میں مریض کو نہ صرف گرنے سے بچائیں بلکہ اس کے دانتوں کے درمیان رومال رکھ دیں تاکہ زبان دانتوں میں نہ آجائے۔

استاد: بالکل صحیح ہے۔ (اگلے طالب علم سے) آپ ذرا یہ بتادیں کہ ڈوبنے کی صورت میں کیا علاج ضروری ہے؟

طالب علم: اگر کوئی شخص اتفاقاً یا حادثاتی طور پر ڈوبنے لگے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ پانی سے اوپر نہ اٹھائے ورنہ جلدی ڈوب جائے گا۔ اس کے بجائے اپنے ہاتھ جسم کے ساتھ سیدھے رکھے اور پیٹھ کے بل پانی پر خود کو چھوڑ دے۔ اپنے سر کو پانی سے باہر نکال کر لمبی لمبی سانس لے تاکہ پھیپھڑے ہوا سے بھر جائیں۔ لیکن اکثر اوقات ڈوبنے والا ایسا بدحواس ہوتا ہے کہ اسے کوئی احتیاطی تدبیر یاد نہیں آتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ڈوبنے کے باعث اس کے پھیپھڑوں میں پانی بھر جاتا ہے اور تازہ ہوا نہ ملنے کی وجہ سے پانچ منٹ بھی زندہ رہنا مشکل ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں فوری علاج کے لیے دو باتیں ضروری ہیں۔

استاد : بس آپ بیٹھیں۔ دوسرا طالب علم بتائے کہ وہ دو باتیں کیا ہیں؟

طالب علم : جناب! پہلی ضروری بات یہ ہے کہ فوری طور سے اس کے پھیپھڑوں سے پانی نکالا جائے۔ دوسرے یہ کہ جب تک وہ خود سانس لینے کے قابل نہ ہو، اسے مصنوعی طور پر سانس دلا کر زندہ رکھا جائے۔

استاد: مصنوعی سانس دلانے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے؟

طالب علم : اس شخص کی قمیص اتار کر، اسے لپیٹ کر نیچے رکھیں۔ اس شخص کو اوندھا کرکے اس کا سینہ اس قمیص کے اوپر رکھیں۔ اس کا منہ ایک جانب پھیر دیں۔ پھر بائیں جانب سے منہ اوپر کریں اور گھٹنوں کے بل بیٹھ جائیں، پھر دونوں ہاتھ اس کی کمر کے بیچ کے حصے پر رکھیں اب اپنے بدن کا سارا زور ہاتھوں پر ڈالیں تاکہ اس کی کمر پر زور پڑے اور پھیپھڑوں کا پانی باہر نکلے۔ تین سیکنڈ تک زور دے کر پیچھے ہٹ جائیں۔ پھر دوبارہ اسی طرح کریں۔ ایک منٹ میں پندرہ بار اسی طرح کریں۔ کبھی کبھی بے ہوش شخص تین چار گھنٹوں کی مسلسل کوشش کے بعد جا کر ہوش میں آتا ہے، اس لیے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اگر وہ خود سانس لینے کی کوشش کرے تو تھوڑا رک کر دیکھ لیں، ورنہ اپنا کام جاری رکھیں۔ حتیٰ کہ پوری طرح سانس لینے لگے۔ اس کے بعد گیلے کپڑے اتار کر گرم کپڑے پہنا دیں۔

استاد: ٹھیک ہے۔ اب آپ میں سے کوئی یہ بتائے کہ اگر پاگل کتا کاٹ لے تو کیا کیا

جائے؟

طالب علم : جناب! کتے کے کاٹنے کا یا اس کے لعاب کا اثر تیزی سے سرایت نہیں کرتا۔ لہٰذا مریض کو اسپتال پہنچا کر انجکشن کے ذریعے بہ آسانی علاج کیا جاسکتا ہے۔ فوری طور پر یہ کیا جاتا ہے کہ زخم کو پانی یا لوشن سے دھو کر صاف کریں پھر کار بالک ایسڈ میں روئی بھگو کر زخم پر رکھ دیں۔ اگر کار بالک ایسڈ نہ ملے تو کوئی لوہا وغیرہ گرم کر کے اس سے زخم کی جگہ کو داغ دیں۔

استاد: اچھا۔ یہ تو درست ہے۔ لیکن اگر سانپ کاٹ لے تو کیا کریں گے؟

طالب علم: جناب! سانپ کا زہر چوں کہ تیزی سے سرایت کرتا ہے، اس لیے فوری توجہ ضروری ہے تاکہ زہر کا اثر دل تک نہ پہنچ سکے۔ اس کے لیے اوّل کاٹنے کی جگہ سے ذرا اوپر کس کر پٹی باندھ دیں پھر اس سے ذرا اوپر، اور پھر اس سے کچھ اور اوپر کس کس کر پٹیاں باندھ دیں۔ اب کاٹنے کی جگہ پر ڈھائی سینٹی میٹر کے قریب بڑا اور گہرا چیرا لگائیں تاکہ زہر باہر نکل جائے۔ اس کے بعد پوٹاشیم پر مینگنیٹ کے پاوڈر کو زخم میں بھر دیں، لیکن اس پر پٹی یا روئی وغیرہ نہ باندھیں۔ خون کے بہنے کا خیال نہ کریں۔ مریض کو جتنی جلد ممکن ہو اسپتال پہنچا دیں۔

استاد: ماشاء اللہ بہت خوب۔ آپ سب نے ٹھیک جواب دے کر مجھے خوش کردیا ہے۔الحمدللہ وجزاکم اللہ خیراً۔اچھا اب آپ سب طلبہ جا سکتے ہیں۔ نتیجے سے آپ سب کو بعد میں مطلع کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

(تمام طلبہ کمرے سے باہر چلے جاتے ہیں۔ پھر استاد صاحب وہاں موجود اساتذہ سے مخاطب ہوتے ہیں)

کیا خیال ہے آپ حضرات کا۔ کیا ان طلبہ کے انتخاب کے بارے میں کسی کو کوئی اعتراض ہے؟

تمام اساتذہ: (ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔ سبھی مطمئن ہو کر سر ہلا دیتے ہیں۔ پھر ان میں سے ایک صاحب جواب دیتے ہیں)

ہمارے خیال میں اس ابتدائی طبّی امداد کی ٹیم میں شامل ہر طالب علم کا انتخاب بہت

سوچ سمجھ کر کیا گیا ہے۔ ہم اس انتخاب سے بالکل مطمئن ہیں۔
ٹریننگ کے استاد: شکر یہ آپ کی طرف سے مجھے اسی جواب کی توقع تھی۔ بہت بہت شکریہ۔ جزاکم اللہ خیراً کثیراً۔

مشق اور سوالات:

☆ درج ذیل الفاظ ومعانی کو زبانی یاد کرکے سنایئے:

عین : ٹھیک

سرایت کرنا : گھسنا۔ جذب ہونا

ارد گرد: چاروں طرف ، آس پاس

ٹکورنا: سینکنا۔ پوٹلی یا گرم کپڑے سے چوٹ کو حرارت پہنچانا۔

☆ صحیح جملے کے سامنے صحیح (ص) اور غلط کے سامنے غلط (غ) کا نشان لگایئے:

(۱) اگر خون مسلسل بہتا رہا تو کمزوری بڑھتی چلی جائے گی۔

(۲) ہاتھ پاؤں سے خون بہہ رہا ہو تو اسے ایک دم اوپر کر دیں گے۔

(۳) اگر کہیں خون جم گیا ہے تو کھرچ کر ہٹا دینا چاہیے۔

(۴) اگر ٹانگ کی کوئی ہڈی ٹوٹی ہو اور فوری طور پر کوئی لکڑی موجود نہ ہو تو اسے اپنی ٹانگ کے ساتھ باندھ دیا جائے۔

(۵) ڈوبنے والے شخص کے پھیپھڑوں سے فوری طور سے پانی نکالا جائے۔

☆ صرف ایک جملے میں جواب دیجیے:

(۱) نکسیر پھوٹ جانے پر ناک میں روئی لگا دی جائے تو مریض سانس کیسے لے گا؟

(۲) پاؤں میں موچ آجانے کی صورت میں رومال کس طرح باندھیں گے؟

(۳) اگر کلائی یا بازو کی ہڈی ٹوٹ جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

(۴) بے ہوشی کے مختلف اسباب کیا ہو سکتے ہیں؟

(۵) مرگی کی وجہ سے بے ہوش ہونے والے شخص کو کس طرح ابتدائی طبّی امداد دی جاسکتی ہے؟

(٦) سانپ کے کاٹنے کی جگہ کتنا بڑا چیرا لگائیں گے؟

☆ درج ذیل سوالوں کا بھی مختصراً جواب دیجیے:

(۱) اسوج ۲ گتے کے موقعے پر اسکولوں نے کون کون سی مختلف تقاریب کا اہتمام کیا تھا؟

(۲) ابتدائی طبّی امداد کسے کہتے ہیں؟

(۳) اگر کسی کو چوٹ لگ جائے اور خون زیادہ بہنے لگے تو ایسی صورت میں فوری علاج کیا ہوگا؟

(۴) اگر پاگل کتا کاٹ لے تو کیا کرنا چاہیے؟

☆ نیچے دیے ہوئے الفاظ اور محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

سرایت کرنا   عین   ارد گرد   بدحواس   مصنوعی

☆ واحد کی جمع اور جمع کے واحد بنائیے:

تاریخ،   تقاریب ،   عضو،   اشیاء ،   استاد

☆ ان لفظوں کے اضداد لکھیے:

نزدیک، مصنوعی، استاد، شہر، زیر ، زندگی،

☆ اپنے محلے کے ڈاکٹر صاحب سے یہ معلوم کیجیے کہ ذیابیطس (شوگر) کا مریض بے ہوش ہو جائے تو فوری طور پر کیا کرنا چاہیے؟

☆ فرسٹ ایڈ میں کم از کم کون کون سی دوائیں رکھنی چاہیے۔

غزل

اصل میں موت تو خوشیوں کی گھڑی ہے یارو
زندگی کرب ہے اشکوں کی جھڑی ہے یارو

کوئی روتا ہی نہیں غیر کی بربادی پر
ہر بشر کو یہاں اپنی ہی پڑی ہے یارو

وقت آنے پہ ہر اک شخص دغا دیتا ہے
ایسا لگتا ہے قیامت کی گھڑی ہے یارو

اپنے انجام سے غافل نہ رہو فکر کرو
موت فرمان لیے سر پہ کھڑی ہے یارو

مسکرا کر بھی اگر کوئی کبھی ملتا ہے
اس زمانے میں یہی بات بڑی ہے یارو

راہ چلتوں کو یہ پیغام سحؔر دیتا ہے
حسن کردار تو جادو کی چھڑی ہے یارو

مشق اور سوالات:

(۱) غزل کی تعریف لکھیے:

(۲) مقطع میں شاعر کیا کہنا چاہتا ہے؟ مثالوں سے سمجھایئے:

(۳) اس سبق سے پانچ الفاظ منتخب کیجیے اور ان کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

سبق نمبر ۲۰

زلزلہ

ہوم ورک ختم کرتے ہی صباح الدین نے اپنی سائیکل اٹھائی اور امی سے اجازت لے کر گھر کے قریب بنے ہوئے ایک خوب صورت باغ میں چلا گیا۔ باغ میں بچوں کے سائیکل چلانے کے لیے خاص راستے بنائے گئے تھے جن پر بچے بڑے شوق سے سائیکل چلاتے تھے۔ ابھی صباح الدین نے سائیکل چلانی شروع ہی کی تھی کہ وہاں موجود ایک کتے نے زور زور سے بھونکنا شروع کیا اور کان کھڑے کر کے کودنے لگا۔ کبھی کبھار وہ پاؤں زمین پر مارتا جیسے کچھ بتانا چاہ رہا ہو۔ اچانک وہ بھاگ کر کہیں چھپ گیا۔ اتنے میں پرندوں نے بھی درختوں سے نکل کر تیزی سے ادھر ادھر اڑنا شروع کر دیا جیسے گھبرا رہے ہوں۔ صباح الدین سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ پرندوں کی اس بے چینی کا مطلب کیا ہے۔ اس نے اپنی سائیکل اٹھائی اور چکر لگانے کے لیے روانہ ہوا، ابھی وہ کچھ ہی فاصلے پر گیا تو اسے ایسا لگا کہ اس کی سائیکل بے قابو ہو رہی ہے۔ وہ جانا کہیں اور چاہ رہا ہے

اور سائیکل جا کہیں اور رہی ہے۔ وہ سائیکل سے اتر کر زمین پر کھڑا ہوا تو اس کے پاؤں ہلنے لگے اور زمین کے ہلنے کے احساس سے اسے بھی چکر آنے لگے۔ ایک صاحب وہاں سے گزر رہے تھے وہ بھی پریشان تھے۔ انھوں نے فوراً صباح الدین کا ہاتھ پکڑا اور تیزی سے کھلے آسمان کے نیچے لے آئے۔ انھوں نے کہا، گھبراؤ نہیں بابو ، یہ زلزلہ ہے۔ یہ موقع دعا کا ہے، اللہ کا نام لو ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ سب حیران و پریشان تھے اور دعا کر رہے تھے کہ اللہ خیر فرمادے۔ ابھی چند لمحے جو قیامت کے گزرے، ایسا لگ رہا تھا کہ گھنٹوں گزر گئے۔

جب معاملہ کچھ ٹھیک ہو گیا اور حالات اچھے ہوگئے۔ تو صباح الدین نے بھی اپنے کپڑے جھاڑے اور گھر کی طرف چل دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس قدرتی خطرے سے انسان تو انسان ، چرند پرند سب پریشان تھے لیکن اب سب خاموش ہو گئے۔ سامنے نظر پڑی تو بھائی جان کو بھاگ کر اپنی طرف آتے دیکھا ، ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ بولے، کہاں تھے بابو صباح الدین! امی تم کو یاد کرکے اس قدر پریشان ہیں۔ صباح الدین نے بڑے بھائی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور بھائی جان کے ساتھ گھر کی طرف چل دیا۔ بھائی جان نے گھر پہنچتے ہی جب ٹی وی کھولا ، زلزلے کی خبر سرخیوں میں تھی۔اور بتایا جا رہا تھا کہ زلزلہ ناپنے والے پیمانے (ریکٹر اسکیل) پر اس کی شدت ۴٫۵ دکھائی گئی۔ یقیناً یہ کم شدت کا زلزلہ تھا۔ یہ بھی بتایا گیا کہ دو گھنٹے کے بعد بچوں کی معلومات کے لیے زلزلے سے متعلق پروگرام پیش کیا جائے گا کیونکہ بچے ایسے موقعوں پر زیادہ ڈرتے ہیں اور ان کی عادت بھی ہوتی ہے کہ وہ ہر مسئلے پر بہت سوالات کرتے ہیں اور ان کے سوالات جلدی ختم نہیں ہوتے۔ لو بھئی دو گھنٹے بعد سب ٹی وی کے گرد جمع ہو گئے۔ محکمہ موسمیات کے ماہر نے بڑے آسان اور دل چسپ انداز میں بات چیت شروع کی تا کہ سب آسانی سے سمجھ لیں۔

بچو! یہ زمین جس پر ہم چلتے پھرتے ہیں، اناج اگاتے ہیں، گھر بناتے ہیں، دیکھنے میں بڑی پرسکون اور مضبوط لگتی ہے۔ اس پر بڑی بڑی عمارتیں اور پہاڑ کھڑے ہیں لیکن زمین کے کچھ حصے ایسے بھی ہیں جو کبھی کبھی لرز اٹھتے ہیں اور ان کے اس طرح ہل جانے کو زلزلہ کہتے ہیں اور ایسے پہاڑ بھی ہیں جن میں دھواں ، گرد و غبار اور گیس (لاوا) ہے۔ یہ پھٹ جاتے

ہیں ، ان کو آتش فشاں کہتے ہیں۔

یہ پہاڑ زمین اور سمندر دونوں جگہ ہوتے ہیں اور دونوں جگہ پھٹ سکتے ہیں اس لیے زمین پر اور سمندر کے اندر دونوں جگہ زلزلے آ سکتے ہیں۔ ۲۶ دسمبر ۲۰۰۴ء کو سمندر کے نیچے زبردست زلزلہ آیا تھا۔ سمندری زلزلے کے نتیجے میں اٹھنے والی پانی کی اونچی لہر کو سونامی کہتے ہیں۔ جب سمندر کے نیچے زمین تیزی سے ہلی تو موجیں اور سمندر کے پانی کا بہاؤ بے قابو ہو گیا اور چند لمحوں میں ہر طرف تباہی پھیل گئی۔ سونامی سے انڈونیشیا، سری لنکا، تھائی لینڈ اور کئی ملکوں میں زبردست تباہی ہوئی۔

ٹی وی سے آواز آئی ، ہاں تو بچو! ہم آپ کو زلزلے سے متعلق کچھ اور باتیں بتاتے ہیں۔ بہت پہلے یونانی قوم کہتی تھی کہ ان کا ایک خدا ہے جو دیو کی شکل کا ہے وہ جب بہت زیادہ مقدار میں آگ جلاتا ہے تو زمین لرزتی ہے اور لوگ کہتے ہیں ، زلزلہ آگیا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ زمین ہاتھی کی کمر پر سونے کی تھالیوں پر رکھی ہوئی ہے۔ ادھر ہاتھی ہلا اور ادھر زمین پر زلزلہ آیا۔ ہے نا بچو! عجیب بات !! ہو سکتا ہے کہ آپ سب ان باتوں پر ہنس رہے ہوں، کیونکہ سائنس دانوں نے بہت محنت کی اور بہت کام کرکے علم حاصل کیا، پھر انہیں معلوم ہوا کہ زمین کے اندر بہت سی تہیں (Layers) ہوتی ہیں ، ان کو پرت بھی کہہ سکتے ہیں۔ باہر کی تہ مٹی اور پتھر کی ہے۔ یہ وہ تہہ ہے جسے ہم دیکھ سکتے ہیں اوراسی پر ہم چلتے ہیں، اس کو قشر (Crust) کہتے ہیں۔ اسی طرح کا قشر سمندر کے نیچے بھی ہوتا ہے۔

بچو! کیا آپ نے زمین کی کھدائی ہوتے دیکھی ہے۔ ذرا زیادہ گہرا کھودو تو معلوم ہوتا ہے کہ زمین اندر سے گرم ہے اور پھر اس میں سخت تہیں بھی ہوتی ہیں۔ اس سخت تہہ والے حصے کو مینٹل (Mantle) کہتے ہیں۔ اس تہہ کے نیچے دھاتوں کے خزانے موجود ہیں۔ گرمی سے یہ دھاتیں پگھلی ہوئی ہوتی ہیں۔

زمین کی اوپری سطح کہیں موٹی ہوتی ہے کہیں پتلی اور کہیں سے قشر ٹوٹا ہوا بھی ہوتا ہے۔ یہ تہہ پلیٹ کہلاتی ہیں انھی پلیٹس پر کہیں سمندر بھی ہوتا ہے اور کہیں بڑے بڑے یا چھوٹے ممالک واقع ہوتے ہیں۔ یہ پلیٹیں،اپنی جگہ سے ہلتی جلتی رہتی ہیں۔ انھی کے زور سے ہلنے کی وجہ سے بعض اوقات زلزلہ آتا ہے۔ تیز زلزلوں سے سمندر بے

قابو ہو جاتے ہیں۔ عمارتیں گر جاتی ہیں۔ مضبوط درخت اکھڑ جاتے ہیں۔ آبادیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ آتش فشاں پہاڑ کے پھٹنے یا زمین کے کرسٹ میں سوراخ ہو جانے سے گیس ، دھواں ، راکھ، گرد مٹی اور دھاتوں کا پگھلا ہوا مادہ باہر آ جاتا ہے جو لاوا کہلاتا ہے۔ یہ لاوا بہت گرم ، گاڑھا اور چپکنے والا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ یہ لاوا باہر نہیں آتا اور اندر ہی جم جاتا ہے۔ جب زمین کی گیس اور گرمی سے اس پر دباؤ بڑھتا ہے تو وہ شدید آواز اور دھماکے کے ساتھ اپنا راستہ بنا کر زمین کو پھاڑ کر باہر نکل آتا ہے۔ یہ دھماکہ بم کی طرح ہوتا ہے اور زمین لرز اٹھتی ہے۔شدید گرم لاوا دور دور تک اڑ اڑ کر گرتا ہے۔ آسمان سیاہ دھوئیں کے بادلوں سے ڈھک جاتا ہے۔ راکھ اور مٹی ہر طرف پھیل جاتی ہے۔ کچھ پہاڑوں سے لاوا خاموشی سے باہر نکلتا ہے۔ نہ دھماکہ ، نہ شور، نہ غصہ یہ لاوا زیادہ گرم بھی نہیں ہوتا ، اس کی وجہ سے زمین بے حد زرخیز ہو جاتی ہے۔ فصلیں بہتر ہوتی ہیں۔ زمین کی تہوں میں یہ حرکت سمندر کے نیچے اور تیز ہو تو سونامی جیسی اونچی طوفانی لہریں آتی ہیں۔ اس سونامی نے انڈونیشیا، سری لنکا ، تھائی لینڈ وغیرہ میں بڑی تعداد میں لوگوں کو برباد کر دیا۔ انڈونیشیا کا تو نقشہ بدل گیا۔ ایک جزیرہ اپنی جگہ سے کھسک گیا۔ حسین و جمیل جزیرے لمحوں میں کوڑے اور ملبے کا ڈھیر بن گئے۔ پوری دنیا خوف زدہ ہو گئی۔ بعد میں بھی وقفے وقفے سے وہاں مزید زلزلے آتے رہے لیکن ساتھ ہی نئی بستیوں کے بسانے کا کام بھی شروع ہو گیا۔ البتہ اب نہ وہ نقشہ ہے، نہ وہ لوگ ،نہ وہ عمارتیں اور نہ وہ گھر۔

زلزلے اگر بربادی پھیلاتے ہیں تو ان کے کچھ فائدے بھی ہوتے ہیں۔ بعض اوقات نئے ، عمدہ اور بڑے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں، زمین کی مٹی الٹ پلٹ ہونے سے زمین عمدہ فصل اُگانے کے لائق ہو جاتی ہے۔ معدنیات کا پتہ آسانی سے لگ جاتا ہے۔ زمین کے متعلق نئے مشاہدات اور تجربات علم میں اضافہ کرتے ہیں۔

سونامی نے دنیا کے ایک حصے کو برباد تو کیا لیکن یہ زلزلہ سب کو یکجا بھی کر گیا۔ ہر ایک کو دوسرے کے دکھ اور تکلیف کا احساس ہوا، مدد کے جذبوں کا امتحان ہوا، ساری دنیا نے متحد ہو کر پیسہ، کپڑا، خوراک اور دوائیں جمع کیں اور اب تو ایسے آلات نصب کر دیے گئے ہیں

کہ زلزلہ آنے کی خبر پہلے سے مل جائے گی اور خطرات سے دو چار ایسے علاقوں کو خالی کروا کر قیمتی انسانی جانیں اور مال بچائے جا سکیں گے۔

بچو! آج کی نشست میں اتنا ہی۔ اب آپ Website پر مزید معلومات حاصل کریں

!اللہ حافظ۔

بچے زلزلے کے بارے میں سن کر اور ٹی وی پر حال میں ہی دیکھی ہوئی سونامی کی تصویریں اور بربادی یاد کرکے کافی ڈرے ہوئے تھے۔ بڑی خالہ نے جو سہمے ہوئے چہرے دیکھے تو کہا بچو! ہمیں چاہیے کہ برے کام نہ کریں، اللہ کا حکم مانیں، نماز پڑھیں اور اللہ کا نام لیتے رہیں تو زلزلے جیسی قدرتی آفات سے محفوظ رہیں گے۔ میں تم سب کو دعا یاد کرادوں گی ، روز پڑھو، اچھے انسان بنو ، ایک دوسرے کے کام آؤ اور اللہ پر کامل بھروسہ رکھو۔

مشق اور سوالات:

☆ درج ذیل الفاظ کے معانی یاد کیجیے:

متعلق	:	کے بارے میں
گردوپیش	:	آس پاس
گرد و غبار	:	دھول مٹی
رزق	:	توفیق، مال و دولت

☆ درج ذیل سوالوں کا جواب دیجیے:

(۱) صباح الدین کی سائیکل کیوں بے قابو ہورہی تھی ؟

(۲) شدت والے زلزلے آتے ہیں تو کیا کیا ہوتا ہے؟

(۳) میں آنے والے زلزلے زیادہ خطرناک کیوں ہوتے ہیں ؟

(۴) کیا پرندوں اور جانوروں کو قدرتی آفات کا پہلے سے پتا چل جاتا ہے؟

(۵) آتش فشاں کسے کہتے ہیں؟

(٦) یونانی عقیدے کے مطابق زلزلے کی وجہ کیا تھی ؟

(۷) زلزلہ آئے تو سب کو کہاں چلے جانا چاہیے؟ ایسا کرنا کیوں ضروری ہے؟

☆ واحد الفاظ کی جمع لکھیے۔

عجیب علم، ملک، وقت، معدن، مشاہدہ تجربہ آلہ

☆ ان جملوں پر غور کیجیے۔

سب ٹی وی کے گرد جمع ہو گئے۔

ایسے پہاڑ بھی ہیں جن میں دھواں ، گردو غبار اور گیس ہے۔

پہلے جملے میں لفظ گرد کے معنی ہیں آس پاس اور دوسرے جملے میں گرد کے معنی دھول مٹی صرف اعراب بدلنے سے لفظ تلفظ اور معنی دونوں بدل گئے ہیں۔ایسے چند الفاظ آپ بھی ان کے معنی کے ساتھ لکھیے:

سبق نمبر ۲۱

حضرت محمد ﷺ کی گھریلو زندگی

انسان گھریلو زندگی کا آغاز ماں باپ کے زیر سایہ ایک بچے کی حیثیت سے کرتا ہے، بڑا ہوتا ہے تو بہن بھائیوں کا ساتھ میسر آتا ہے، خود مختار ہوتا ہے تو میاں بیوی کے رشتے میں منسلک ہوتا ہے، اس کے بعد اولاد کی نعمت میسر آتی ہے، یہ ہر شخص کی گھریلو زندگی کا ایک عمومی خاکہ ہے۔ گھر معاشرہ کی ایک بنیادی اکائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اکیلے انسان کو اس دنیا میں نہیں بھیجا بلکہ جنت سے میاں بیوی کا ایک جوڑا زمین پر اتارا، حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی صورت میں ایک کنبہ بھیجا۔

نبی کریم ﷺ نے بھی ایک بھرپور خاندانی زندگی گزاری ہے، جس طرح رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے دوسرے پہلو ہمارے لیے آئیڈیل ہیں، اسی طرح خاندانی معاملات میں بھی آپ ﷺ ہی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ ہمیں ہر معاملے میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو دیکھنا ہے اور انھی کے طرزِ زندگی کی پیروی کرنی ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں یہی بات فرمائی "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" (سورۃ الاحزاب ۲۱) تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں اچھا نمونہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کی گھریلو زندگی کیسی تھی، گھر کی چاردیواری کے اندر آپ کے معمولات کیا تھے اور دینی و دنیوی معاملات میں آپ نے کیسے توازن قائم کیا؟ اس کے متعلق بہت سی احادیث ہیں، انھی میں سے ایک روایت ہے کہ بعض صحابہؓ جن میں عثمان بن مظعونؓ بھی تھے اور عبد اللہ بن عمرؓ بھی، انہوں نے آپس میں گفتگو کی کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر سے باہر کی زندگی تو ہمارے سامنے ہے لیکن گھر کی چہار دیواری کے اندر نبی اکرم ﷺ کے معمولات کیا ہوتے ہیں؟ یہ ہمارے علم میں نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی گھریلو زندگی ہماری نظروں سے اوجھل ہے ،چناں چہ ہمیں اِس کے متعلق معلوم کرنا چاہیے اور پھر اپنے گھروں میں اس کی پیروی کرنی چاہیے۔ اب نبی اکرم ﷺ کی گھر کے اندر کی زندگی تو ازواج مطہرات ہی جانتی تھیں، اس لیے وہی اس کے متعلق بہتر راہ نمائی کر سکتی تھیں۔ چناں چہ اِن اصحاب نے آپس

میں مشورہ کیا کہ ازواج مطہرات کی خدمت میں جاتے ہیں اور جا کر ان سے ہی دریافت کرتے ہیں۔ چناں چہ یہ اصحاب مل کر جناب نبی کریم ﷺ کی ایک زوجہ کے دروازے پر گئے اور عرض کیا کہ ام المؤمنین ہم فلاں فلاں لوگ ہیں اور آپ سے یہ بات معلوم کرنے آئے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے گھر کی چار دیواری کے اندر کیا معمولات ہوتے ہیں؟ ام المؤمنین نے بتایا کہ نبی اکرم ﷺ کے گھر کے معمولات ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے دوسرے لوگوں کے ہوتے ہیں۔ کھانے کا وقت ہو تو کھانا کھاتے ہیں، گھر کا کوئی کام کاج ہو تو وہ کر دیتے ہیں، کوئی سودا وغیرہ منگوانا ہو تو وہ منگوا دیتے ہیں، ہمارے احوال پوچھتے ہیں، ہمارے ساتھ گپ شپ بھی کرتے ہیں، گھر کی کسی چیز کی مرمت کرنی ہو تو وہ بھی کر دیتے ہیں، کوئی جوتا گانٹھنا ہو تو گانٹھ دیتے ہیں، چارپائی سیدھی کرنی ہو تو کر دیتے ہیں، کسی کام میں ہمارا ہاتھ بٹانے کی ضرورت ہو تو ہاتھ بٹا دیتے ہیں۔

صحابۂ کرامؓ نے ایک زوجہ سے پوچھا، پھر دوسری سے پوچھا اور پھر تیسری سے بھی پوچھا۔ اسی طرح چند ازواج مطہراتؓ سے پوچھنے کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ سب کا جواب ایک جیسا ہی تھا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے آپس میں بیٹھ کر بات کی کہ ہم نے جو سوچا تھا ویسی بات تو سامنے نہیں آئی، نبی اکرم ﷺ کی گھر کی زندگی تو عام معمول ہی کے مطابق ہے۔ اس میں کوئی بہت زیادہ خاص بات نظر نہیں آتی ہے۔ گویا انہوں نے اسے اپنے تصور سے کم پایا۔ ان حضرات کا شاید یہ خیال تھا کہ نبی اکرم ﷺ گھر پہنچتے ہی مصلیٰ پر کھڑے ہو جاتے ہوں گے، لگاتار عبادات میں مصروف رہتے ہوں گے، پھر مصلیٰ سے اٹھ کر باہر آ جاتے ہوں گے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کے گھریلو معمولات ان کی توقعات کے برعکس نکلے۔ اس پر انہوں نے خود ہی ایک توجیہ کر لی کہ نبی اکرم ﷺ چوں کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، معصوم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، اس لیے نبی اکرم ﷺ کو ضرورت بھی نہیں ہے کہ وہ لمبی چوڑی عبادت کریں۔ اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کی ضرورت تو ہم امتیوں کو ہے۔ اِن روز مرہ کے معمولات سے ہمارا کام نہیں بنے گا ہمیں تو بہت زیادہ محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر انہوں نے اپنے ذوق کے مطابق اپنے لیے عبادت کے اعمال تجویز کیے۔ ایک صحابیؓ نے کہا کہ میں ساری زندگی شادی نہیں کروں گا اور مجرد زندگی

گزاروں گا تاکہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کر سکوں۔ دوسرے صحابیؓ نے کہا کہ میں ساری زندگی رات بھر نہیں سوؤں گا اور اللہ اللہ کیا کروں گا۔ تیسرے صحابیؓ نے کہا کہ میں ساری زندگی بلاناغہ روزے رکھوں گا۔

نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں بلا لیا اور ان سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگوں نے آپس میں یہ اور یہ حلف اٹھائے ہیں۔ چناں چہ انھوں نے سارا قصہ سنایا کہ یوں ہم نے ازواج مطہراتؓ سے آپ ﷺ کے گھریلو معمولات کی جانکاری لی اور پھر اپنے لیے یہ اعمال تجویز کیے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے۔ فرمایا: کہ میں خدا کا خوف بھی تم سے زیادہ رکھتا ہوں اور تقویٰ بھی۔

نکاح، سنت نبوی ﷺ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے شادیاں بھی کیں، میری اولاد بھی ہے، روزے بھی رکھتا ہوں ، کھاتا پیتا بھی ہوں اور لوگوں کے ساتھ سودا وغیرہ بھی کرتا ہوں۔ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ضروریاتِ زندگی کے سارے کام کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر وہ جملہ ارشاد فرمایا جو ہم عام طور پر نکاح کے خطبہ میں سنتے ہیں۔" فمن رغب عن سنتی فلیس منی" کہ جس نے میری سنت سے اعراض کیا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ گھر کے معاملات میں دل چسپی رکھتے تھے کہ آدمی جب گھر آباد کرتا ہے تو گھر کی ضروریات کا خیال بھی کرتا ہے۔ نیکی اس کا نام نہیں ہے کہ بندہ گھر کے کام کاج اور ضروریات کو نظر انداز کرکے یہ کہے کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں گا بلکہ ضروریاتِ زندگی کا خیال رکھنا اور گھریلو ذمہ داریاں پوری کرنا بھی نیکی ہے۔ اسی لیے جناب نبی کریم ﷺ نے گھر کے معمول کے کاموں کے ساتھ ساتھ گھر کے اندر نیکی کا ماحول بھی پیدا کیا تھا اور آپ ﷺ اس ماحول کو قائم بھی رکھتے تھے۔ ایک طرف گھر کی ضروریات، گھر کے مسائل اور گھر کے تقاضے ہیں جنھیں نظر انداز کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ ضروریات زندگی کو پورا کرنا بھی دین کا حصہ ہے۔ دوسری طرف یہ بات بھی درست نہیں ہے کہ آدمی گھر کی ضروریات میں ہی الجھ کر رہ جائے کہ گھر میں دین کا اور عبادات کا ماحول ہی باقی نہ رہے۔

نبی کریم ﷺ کا رات کی عبادت کا معمول

رسول اللہ ﷺ کی رات کی عبادت تو معروف ہے جو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے مروی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رات کا ایک حصہ نبی اکرم ﷺ کی عبادت کا ہوا کرتا تھا۔ آپ ﷺ عشاء کے بعد جلد سو جاتے تھے اور نصف لیل تک آرام کرتے تھے، پھر جاگ کر ثلث لیل عبادت کیا کرتے تھے اور اس کے بعد پھر سدس لیل آرام کیا کرتے تھے۔ یعنی رات اگر چھ گھنٹوں کی ہو تو تین گھنٹے آپ ﷺ آرام فرماتے تھے پھر دو گھنٹے عبادت فرماتے تھے اور اس کے بعد ایک گھنٹہ پھر آرام فرماتے تھے۔ یہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی رات کا معمول بتایا۔ جناب نبی کریم ﷺ کی رات کی عبادت کیا ہوتی تھی؟ اس کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نماز کے قیام میں قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے، یہی تہجد کی نماز کہلاتی ہے۔ یہ تہجد بھی ہوتا تھا اور قرآن کریم کی تلاوت بھی ہو جاتی تھی۔

ابتداء میں زیادہ تر سورتوں کے حساب سے تلاوت کی جاتی تھی، کبھی سورۃ البقرہ پڑھ لی، کبھی سورۃ آل عمران پڑھ لی، کبھی سورۃ الانبیاء پڑھ لی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ دونوں فرماتی ہیں کہ بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ کھڑے کھڑے نبی اکرم ﷺ کی ٹانگیں سوج جاتی تھیں اور پاؤں میں ورم آجاتا تھا۔ فرماتی ہیں کہ ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ پر ترس آتا تھا کہ نبی اکرم ﷺ اس مشقت کی کیفیت میں عبادت فرما رہے ہیں، یہ بات حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں نے اپنے اپنے انداز سے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ یہ مشقتیں کیوں اُٹھاتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ اللہ کے پیغمبر نہیں ہیں؟ فرمایا: ہاں پیغمبر ہوں۔ پھر پوچھا، کیا آپ ﷺ اللہ کے حبیب نہیں ہیں؟ فرمایا: ہاں میں اللہ کا حبیب ہوں۔ پھر پوچھا کیا جنت آپ ﷺ کے لیے واجب نہیں ہے؟ فرمایا ہاں جنت میرے لیے واجب ہے۔ پھر پوچھا اس سب کے باوجود آپ اتنی زیادہ مشقت کیوں کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ٹانگیں سوج جاتی ہیں، پاؤں میں ورم آجاتے ہیں اور ہم دیکھنے والوں کو آپ ﷺ پر ترس آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کس مشقت میں پڑے ہوئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں ایک جملہ کہہ کر

مسئلہ سمجھا دیا۔ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

حضرت عائشہؓ کے سوال کا مطلب یہ تھا کہ انسان مشقت کسی نہ کسی چیز کی طلب میں کرتا ہے۔ نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، حج کرنا، زکوۃ دینا اور دیگر عبادات کرنا تا کہ اللہ تعالیٰ سے ان کے بدلے میں انعامات ملیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ذہن کی نفی کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر اللہ تعالیٰ کے مجھ پر احسانات زیادہ ہیں تو کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر بھی زیادہ نہ ادا کروں؟ گویا یہ جو مشقت اٹھا رہا ہوں، یہ پچھلے احسانات کا شکرانہ ہے۔ اگر ہم اس بارے میں تصور کریں کہ اللہ تعالیٰ کے ہم پر کتنے احسانات ہیں؟ کیا ان میں سے کسی ایک احسان پر بھی ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکتے ہیں؟ ہماری ساری عبادات اگر پچھلے احسانات کے شکرانے میں قبول ہو جائیں تو غنیمت ہے۔ چناں چہ نبی کریم ﷺ کا اپنے گھر میں عبادت کا معمول تھا، نبی اکرم ﷺ کی رات کی عبادت اپنی جگہ پر تھی لیکن آپ ﷺ دن میں بھی نفل اور سنت نمازیں گھر پر پڑھتے تھے۔ گھر پر نماز پڑھنے کی ترغیب بھی دی۔

گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب

مسلم کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔ جس گھر میں نماز نہیں ہوتی وہ دراصل قبرستان ہی ہے، جس گھر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں ہوتی، وہ روحانی طور پر مردہ انسانوں کا گھر ہے۔ آباد گھر وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی ہے۔ گھر میں نماز پڑھنے کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے رحمت کے فرشتے آتے ہیں جو گھر میں برکت کا ماحول پیدا کرتے ہیں۔ آج کے دور میں ہمیں اپنے گھروں کے ماحول کے متعلق بہت تشویش ہوتی ہے، عام طور پر لوگ شکایت کرتے ہیں کہ گھروں میں برکت نہیں رہی، نحوست کا ماحول ہے، کسی نے کاروبار میں رکاوٹ ڈال دی، کسی نے رشتوں میں رکاوٹ ڈال دی اور یہ کہ کسی نے کوئی جادو ٹونا وغیرہ کر دیا ہے۔ اگر ہم گھر میں رحمت کا ماحول پیدا کریں گے تو رحمت آئے گی اور اگر اس کے برعکس لعنت والے کاموں کا ماحول پیدا کریں گے تو برکت سے محرومی پیدا ہو گی۔

اگر گھر میں نماز کا اور قرآن کریم کی تلاوت کا ماحول ہوگا تو اللہ کی رحمت کے فرشتے آئیں گے اور برکات نازل ہوں گی۔ گھر کا ماحول بنانا گھر کے مکینوں کی ذمہ داری ہے۔ اس کا

سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے رحمت کے فرشتے گھروں میں آتے ہیں اور جہاں اللہ کی رحمت کے فرشتے آتے ہیں وہاں شیطانی مخلوق کا داخلہ ممنوع ہو جاتا ہے۔

جب گھر میں نماز کا ماحول ہوگا تو پھر گھر کے بچوں کو اور دیگر افراد کو نماز کے لیے کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ وہ خود اس ماحول کے اثرات سے نمازیں پڑھیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے گھر کے معمولات کو اپنی جگہ برقرار رکھا اور ضروریاتِ زندگی کو نظر انداز نہیں کیا لیکن اس کے ساتھ آپ ﷺ نے گھر میں نماز کا اور قرآن کریم کی تلاوت کا ماحول بھی رکھا۔ چناں چہ امہات المؤمنینؓ یہ بات فرماتی ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ گھر کے ماحول میں جہاں گھر کی ضروریات اور تقاضوں کا لحاظ رکھتے تھے وہاں گھر میں دینی ماحول بھی قائم رکھتے تھے۔

گھر میں دینی ماحول، گھر کے سربراہ کی ذمہ داری

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی رو سے گھر کے اندر دینداری کا ماحول پیدا کرنا، گھر کے سربراہ کی ذمہ داری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ راعی چرواہے کو کہتے ہیں۔ ایک روایت میں نبی اکرم ﷺ نے خود اس کی تشریح فرمائی کہ چرواہے کی ذمہ داری کیا ہوتی ہے، فرمایا کہ چرواہے کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی بکریوں اور بھیڑوں کو اچھی چراگاہ میں لے کر جائے کہ وہ اچھی غذا کھا سکیں، انہیں اچھے چشمے پر لے جائے کہ انہیں پینے کے لیے صاف پانی میسر ہو اور انہیں موسمی اثرات سے اور دشمن سے بچائے۔ گھر کے سربراہ کی بھی یہی ذمہ داری ہے کہ ضروریاتِ زندگی مہیا کرے، یعنی خوراک، تعلیم، لباس، رہائش وغیرہ اور اس کے ساتھ شیطان کے نرغے سے اپنی اولاد کو بچانا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔

گھر کی عورت کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے۔ یعنی مرد گھر سے باہر کے کاموں کا ذمہ دار ہے جب کہ عورت گھر کے اندر کے معاملات کی ذمہ دار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "کلکم مسؤل عن رعیتہ" کہ ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ قیامت کے دن ہر ایک سے پوچھا جائے گا کہ یہ معاملہ تمہارے سپرد کیا گیا تھا تم نے یہ ذمہ داری کس طرح نبھائی؟ مرد و عورت دونوں اپنے اپنے دائروں کے اندر معاملات کے ذمہ دار ہیں، ہر ایک سے اس کے اختیار کے مطابق اس کی ذمہ داریوں کے

متعلق باز پرس ہوگی۔

رمضان المبارک میں نبی اکرم ﷺ کا معمول

جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تھا تو نبی اکرم ﷺ تلاوت، نماز، روزہ اور عبادات کے لیے کمر کس لیتے تھے۔ آپ ﷺ رات کو زندہ کرتے تھے یعنی عام دنوں میں آپ ﷺ رات کا تیسرا حصہ عبادت کرتے تھے جب کہ رمضان میں ساری رات عبادت فرمایا کرتے تھے۔ اکیلے نہیں بلکہ گھر والوں کو بھی عبادت کے لیے بیدار کیا کرتے تھے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ گھر والوں کو ترغیب بھی دیتے تھے اور اس پر کچھ سختی بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ رمضان کی ایک رات میں نبی اکرم ﷺ عبادت کر رہے تھے کہ اچانک فرمایا دیکھو اللہ کی کتنی انوار و برکات نازل ہو رہی ہیں، کوئی جا کر اِن حجرے والیوں کو بھی جگائے کہ اللہ کی بندیو ! اللہ کی رحمتیں بانٹی جا رہی ہیں، اٹھو اور اللہ کی ان رحمتوں اور برکتوں سے اپنا حصہ وصول کرو اور اپنا دامن بھرلو۔

حضرت انس بن مالکؓ نبی اکرم ﷺ کے خادم خاص تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت انس بن مالکؓ دس سال کے تھے۔ ان کی والدہ بہت سمجھدار خاتون تھیں، وہ حضرت انسؓ کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے کر آئیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ! میرے پاس اور تو کچھ نہیں ہے لیکن یہ میرا بیٹا آپ ﷺ کی خدمت کے لیے وقف ہے۔ حضرت انسؓ نے دس سال تک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں صرف کیے، آپ ﷺ کی وفات کے وقت اُن کی عمر بیس سال تھی۔ حجاب کے احکام تک تو ان کا نبی اکرم ﷺ کے گھر میں آنا جانا تھا لیکن بعد میں پردے کا لحاظ رکھ کر خدمت بجا لاتے تھے۔ ایک روایت میں حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے زندگی بھر کسی عورت پر، کسی بچے پر اور کسی خادم پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ گھر کے کام کاج کا کوئی نقصان ہو جاتا ،کوئی برتن ٹوٹ جاتا، کوئی چیز ضائع ہو جاتی تو نبی اکرم ﷺ نے اس پر کبھی ڈانٹا نہیں۔ البتہ دینی کاموں میں کمی و کوتاہی پر نبی اکرم ﷺ سختی فرمایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین!

مشق اور سوالات:

(۱) اس سبق سے پندرہ مشکل الفاظ تلاش کریں اور ان کے معانی لکھیں۔
(۲) نبی اکرم ﷺ کی کل کتنی بیویاں تھیں؟
(۳) نبی اکرم ﷺ کا راتوں میں معمول کیا ہوتا تھا؟
(۴) خادم رسول حضرت انسؓ نے نبی ﷺ کے بارے میں کیا کہا ہے؟
(۵) اس سبق کو غور سے پڑھیں اور اس کی کم از کم تین نثری خوبیاں بتائیں؟
(۶) تین صفحہ کا ایک مضمون لکھیے جس میں اپنے روزوشب کی مکمل معمولات لکھیں؟

سبق نمبر ۲۲

خود انحصاری

دینِ اسلام ہمیں خود انحصاری یعنی اپنی ضروریات خود اپنی محنت سے پوری کرنے کا درس دیتا ہے اور دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے سے منع کرتا ہے۔

ہمیں اپنی غریبی و مفلسی کا رونا رونے کے بہ جائے خود پر اِنحصار کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر ، اپنی قابلیت کا بھرپور استعمال کرکےاور سخت محنت و مشقت برداشت کرتے ہوئے حلال مال کا حصول ممکن بنانا چاہیے تاکہ ہم اپنے مستقبل کو روشن و تاب ناک بنا سکیں۔

اس کے لیے کوئی چھوٹا سا کاروبار کرلیں۔ترقی کرنی ہے تو کسی ملازمت کو عار نہ سمجھیں یا کوئی ہنر سیکھ کر اس سے فائدہ اٹھائیں۔ مختلف مہارتیں سیکھیں۔ انٹرنیٹ کی دنیا میں جائز طریقوں سے پیسہ کمائیں۔یوں بھی کرسکتے ہیں کہ بچت کے راستوں سے کچھ مناسب رقم جمع کرکے پارٹ ٹائم کوئی مختصر اور چھوٹا کام شروع کرلیں۔ مطلب یہ ہے کہ خود انحصاری کو ترجیح دینی ہے تاکہ محنت و مشقت کی عادت پڑے، اگر آپ طالب علم یا نوجوان ہیں تو محض والدین کی کمائی پر نہ رہیں یا ان پر بوجھ نہ بنیں بل کہ خود انحصاری کو شعار بنائیں۔

خود انحصاری کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ہم قناعت سے کام لیں ، اپنے پاس دستیاب وسائل پر انحصار کریں، اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائیں ، آمدنی اور خرچ میں توازن قائم رکھیں ، اگر ہم یہ کرنے میں کام یاب ہوگئے تو اس کے کثیر فوائد و منافع چاروں طرف سے ہمارا رُخ کرلیں گے ، جس کی برکت سے ہماری روز مرہ کی مشکلات قابو میں آجائیں گی اور زندگی آسان ہوجائے گی۔ اِن شاءَ اللہ

خود انحصاری کے تقاضے:

☆ اپنے ربِّ کریم پر بھروسہ رکھیں۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا اپنے پروردگار پر توکل مضبوط تر ہونا چاہیے اور دل میں یہ بات پختہ کرلیں کہ ہمارے پاس محدود وسائل میں

برکت دینے والی ذات اُسی ربِّ ذُوالجلال کی ہے۔وہی ذرّے کو آفتاب کرتا ہے۔ بے وقعت کو رشکِ قمر بناتا ہے۔ دانے کو درخت میں بدل دیتا ہے۔ عام دھات کو سونا بنا دیتا ہے۔ سِیپ کے اندر داخل ہونے والے بارش کے قطرے کو موتی سے بدل دیتا ہے۔ الغرض ساری طاقت و قدرت اُسی کے قبضہ و اختیار میں ہے، لہٰذا خود انحصاری میں پہلا کام اللہ پاک پر بھروسہ ہے۔اللہ رزاق ہے ، مسبّب الاسباب ہے، کائنات کے سارے خزانوں کا مالک ومختار ہے ، تدبیر اور حکمت والا ہے۔ وہ زمین کے اندر موجود کیڑوں کو زندگی بخشتا ہے۔ وہ پہاڑ کی چوٹی پر اور سمندر کی گہرائی میں اپنی مخلوقات کو رزق فراہم کرتا ہے۔ دنیا ہے ہر جان دار کو روزی دینا اللہ کا کام ہے۔ وہ اپنی حکمت ومشیت اور تدبیر کائنات کے تحت یہ کام بھی انجام دیتا ہے۔

☆ خودانحصاری تب ہی فائدہ مند ہوگی جب ہم اپنا کام پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دیں گے اور اس کے لیے وقت کا استعمال عقل مندی کے ساتھ ہو۔ فارغ اوقات کو قابلِ استعمال اور مفید بنایا جائے اور مزید ایسے طریقے تلاش کیے جائیں جن سے اپنے کام میں بہتری و ترقی آئے۔

☆ مشکلات سے گھبرانے کے بجائے اُن کا حل ڈھونڈیں۔ پیش آنے والی تکلیفوں اور مصیبتوں کو مختلف طریقوں سے دُور یا ختم کرنے کی بھرپور کوشش کریں، اگر خود مسئلہ حل کرنے میں کام یاب نہ ہوں یا درست سمت سوچ نہ سکیں تو کسی مخلص و خوفِ خدا رکھنے والے سے مشورہ کرلیں۔

قرآن پاک میں حضرت یوسف علیہ السّلام کی مثال ہماری رہ نمائی کرتی ہے کہ قحط کے سات برسوں سے گھبراہٹ کا شکار نہیں ہوئے بلکہ اپنی فہم و فراست اور خود انحصاری کو بُروئے کار لاتے ہوئے اِس پریشانی کا بہترین و بے مثال حل نکال لیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین گئے تو کسی کے سامنے دست سوال دراز کرکے نہیں بلکہ اپنی محنت کشی سے دس سال گزارا۔ وہاں شعیب علیہ السلام کے گھر رہے تو اپنی عزت نفس پر ٹھیس نہ آنے دی۔ ان کی معیشت پر زائد بوجھ بن کر نہیں رہے بلکہ پوری محنت اور جفاکشی سے ان کا بھرپور ساتھ دیا اور عزت کی روٹی کمائی۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ دوسروں کے سہاروں پر پلنے والے ، بے روز گار ، کاہل اور محنت چور لوگوں کے لیے حوصلہ کا بہترین سبق ہے۔ یہ دس سال کی ایک طویل محنت بھری زندگی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین میں گزاری ہے۔

☆ خودِ انحصاری کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اخراجات پر قابو رکھیں تاکہ زندگی خوش حال اور پُرسکون رہے۔ اگر خرچ کو منظّم انداز میں نہ چلایا جائے، بچت پر توجہ نہ دی جائے تو بے سکونی، بے اطمینانی، بے برکتی، شکوہ و شکایت، گھریلو جھگڑے اور ذہنی الجھن جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

آج ہم محض دکھاوے کے شوق یا دوسروں سے آگے بڑھنے کی خواہش یا جھوٹی خوشیوں کی خاطر اپنی بچت کا زیادہ تر حصہ کبھی فیشن کے نام پر، کبھی مہنگے ریسٹورینٹ میں کھانا کھا کر، کبھی نئے موبائل، نئی سواری اور نئے فرنیچر کی وجہ سے، کبھی بلاضرورت گھر کی تزئین و آرائش کرکے اور کبھی تقریبات میں بلا ضرورت یوں ہی نئے ملبوسات و زیورات کے نام پر خرچ کر ڈالتے ہیں اور پھر نت نئے مسائل کا شکار ہوتے اور لوگوں سے ادھار مانگتے نظر آتے ہیں۔

☆ اپنی تعلیم، معلومات اور لیاقتوں میں اضافہ کریں۔ غور و فکر اور دل جمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کریں۔ ممکن ہو تو مختلف کورسز اور ڈپلومہ کریں۔ کتابوں اور کام یاب لوگوں سے ترقی کرنے، آگے بڑھنے کے طریقے سیکھیں کیوں کہ بسا اوقات مسائل کا حل تجربہ و مہارت نیز مضبوط یا مزید تعلیم میں ہوتا ہے، جتنا زیادہ یا پختہ علم ہوگا اور جتنا تجربہ و مہارت ہوگی، اتنی ہی آپ کو ترجیح دی جائے گی۔ الغرض آپ کے پاس بازار اور وقت کی ضرورت کے لحاظ سے قابلِ فروخت مہارت ہونی چاہیے۔

☆ دیانت داری، امانت داری اور ایمان داری ہر وقت اور ہر جگہ پیشِ نظر رکھیں۔ مال و دولت دیکھ کر بے ایمانی و خیانت نہ کریں۔ مشکل وقت میں بھی ہمارے اخلاقیات پر حرف نہ آئے۔ ہمارے معیار اور حوصلے میں کمی نہیں آنی چاہیے۔

اللہ ربّ العزّت ہمیں خودانحصاری، قناعت، توکّل اور دیانت داری کی دولت سے نوازے۔آمین!

مشق اور سوالات:

(۱) اس سبق سے دس مشکل الفاظ تلاش کریں اور ان کے معانی لکھیں۔
(۲) خود انحصاری سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟
(۳) عام طور سے لوگ اپنی بچت کے پیسے کیسے ضائع کر دیتے ہیں؟
(۴) قناعت اور خود انحصاری میں کیا فرق ہے؟
(۵) خود انحصاری کو مزید سمجھنے کے لیے صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے دو مثالیں پیش کریں؟
(۶) آپ خود انحصاری کے لیے کیا کیا کر سکتے ہیں؟

اور مکہ فتح ہو گیا

فتح مکہ سرکار دوعالم ﷺ کی مدنی زندگی کا ایک اہم ترین غزوہ ہے۔عہد نبوی کے تمام غزوات کی الگ اہمیت ہے۔ لیکن فتح مکہ میں اسلامی شوکت کا ایسا اظہار ہوا کہ عالم عرب پر اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔ مسلمانوں کو بیت اللہ میں داخل ہو کر طواف کرنے کا موقع ملا۔ کعبۃ اللہ کو بتوں اور تصویروں سے پاک کر دیا گیا اور ایک طویل عرصہ کے بعد اللہ کی وحدانیت کا پرچم کعبہ کی چھت پر لہرایا گیا۔ ہجرت کے آٹھویں سال رَمَضانُ المبارک کے مہینے میں آسمان و زمین نے ایک ایسی فتح کا منظر دیکھا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

رسولِ کریم ﷺ کی بعثت و اعلانِ نبوت کے ساتھ ہی مکۂ مکرمہ کے وہ لوگ جو آپ کو صادق و امین ، شریف ، محترم ، قابلِ فخر و عزت جانتے تھے یک لخت آپ کے مخالف ہو گئے ، انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ اگر آج رسولِ خدا کی پُکار پر لَبَّیک کہہ دیں تو قیامت تک صحابیِ رسولِ عظیم لقب سے جانے جائیں گے ، ہر کلمہ گو انہیں رضی اللہُ عنہم کہہ کر یاد کرے گا ، قرآن (وَ کُلًّا وَّعَدَ اللہُ الحُسنٰی) کا مُژدہ سنائے گا ، مگر کفار مکہ کی بد قسمتی کہ انہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ

ﷺ کے پیغام توحید کو ٹھکرا دیا، آپ ﷺ کی سخت مخالفت کی اور آپ ﷺ کو مخالفت کرنے والوں کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرنی پڑیں ، لیکن آپ ﷺ نے صبر و استقامت کا دامن تھامے رکھا ، جب کفارِ مکہ کا ظلم و ستم ساری حدیں پار کر گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی تو مسلمان مکۂ مکرمہ سے مدینۂ منورہ ہجرت کر گئے، نبوت کے تیرہویں سال میں آپ ﷺ بھی مدینہ ہجرت کر گئے اور مکہ کو خیر باد کہہ دیا۔ لیکن افسوس کہ کفارِ مکہ پھر بھی باز نہ آئے اور مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں بھی اذیت دینے کے در پے رہے۔

فتح مکہ سے پہلے:

غزوہ فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل مسلمانوں اور قریش کے مابین صلح حدیبیہ کے نام سے ایک معاہدہ طے پایا تھا، جس نے خاص طور پر امن و امان کی ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ اس معاہدہ میں تمام قبائل عرب کو اختیار دیا گیا تھا جس کے ساتھ ان کی مرضی ہو ان کے ساتھ اپنا الحاق کر سکتے ہیں۔ قبائل مکہ کے دو بڑے قبیلے جن کے نام بنو بکر اور بنو خزاعہ تھے، قبیلہ بنو خزاعہ اپنی مرضی سے نبی ﷺ کے ساتھ ہوگئے اور آپ ﷺ کے حلیف بن گئے۔اور قبیلہ بنو بکر مکہ والوں کے ساتھ ہوگئے۔چوں کہ معاہدہ میں یہ شق شامل تھی کہ جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ شامل ہوگا وہ اسی کا حصہ تصور کیا جائے گا۔ کچھ عرصہ فریقین پرامن رہے۔اس صلح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کی ترقی میں تیزی آگئی۔تاہم شعبان آٹھ ہجری میں بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔اس موقع پر قریش مکہ نے معاہدہ کی واضح خلاف ورزی کرتے ہوئے نہ صرف ان کو ہتھیار فراہم کیے بلکہ قریش مکہ کے کئی لوگ نقاب اوڑھ کر ان کے ساتھ حملہ میں شامل ہوگئے۔یوں صلح حدیبیہ ٹوٹ گئی اور مسلمانوں نے کفار سے بدلہ لینے کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔

مکہ پر حملہ کا نبوی فیصلہ:

نبی اکرم ﷺ نے اس بد عہدی کا بدلہ لینے کا مصمم فیصلہ کر لیا۔ اپنے صحابہ کرامؓ کو بھرپور تیاری کا حکم ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی حکم جاری فرمایا کہ اس تیاری کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔اللہ کے نبی ﷺ نے خصوصی دعا بھی فرمائی کہ اے اللہ جاسوسوں کو قریش تک پہنچنے سے روک دے تاکہ ہم اچانک ان پر جا پہنچیں۔ ۱۰ رمضان المبارک آٹھ ہجری کو دس ہزار صحابہ کرامؓ کا لشکر لے کر نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا رخ فرمایا۔مدینہ سے

باہر نکل کر دو ہزار افراد اور اسلامی لشکر کے ساتھ مل گئے۔ یوں بارہ ہزار صحابہ کا لشکر جرار مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ لیکن اللہ کی تائید اور سرکار دوعالم ﷺ کی دعا کی بدولت کفار مکہ اتنی بڑی سرگرمی سے بے خبر رہے۔

اسلامی لشکر کا پڑاؤ:

نبی اکرم ﷺ نے پیش قدمی کرتے ہوئے مکہ مکرمہ سے محض ایک منزل کے فاصلے پر قیام فرمایا۔ آپ ﷺ نے سارے اسلامی لشکر کو پورے میدان میں پھیلا دیا، ہر صحابی کو کہا کہ اپنا الگ الگ چولہا روشن کریں۔ رات کے وقت ابوسفیان خبر گیری کے لیے مکہ سے باہر نکلا تو آگ کا اتنا بڑا الاؤ دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اسی اثنا میں ابوسفیان کی ملاقات حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ آپؓ نے ابو سفیان کو آگاہ کیا کہ بہتر یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے امان طلب کر لو۔ ورنہ اس عظیم لشکر کے سامنے تمہاری کوئی اوقات نہیں ہے۔ حضرت عباسؓ نے ابو سفیان کو اپنے خچر پر ساتھ بٹھایا اور سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ابو سفیان کو امان دے دی۔ ایک ایسا شخص جس نے مسلمانوں کے خلاف جنگیں لڑیں، جس نے اسلام کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی، جس نے نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی کوشش کی۔ ایسے متعصب اور کٹر دشمن کو سامنے پا کر معاف کرنا اللہ کے نبی کی ہی صفت ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے لشکر اسلام کو مکہ کی طرف کوچ کا حکم فرمایا۔ آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کرو، تاکہ سارا لشکر اس کے سامنے سے گزرے۔ چناں چہ ایسا ہی کیا گیا، ہر قبیلہ اپنے اپنے پرچم کے ساتھ گزرتا، ابوسفیان حضرت عباسؓ سے دریافت کرتا۔ یہ کون سا قبیلہ ہے؟ حضرت عباسؓ قبیلے کا نام بتاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا دستہ مبارک گزرا۔ آپ ﷺ کے آگے چلتے ہوئے صحابہ ترانے پڑھ رہے تھے۔ حضرت سعدؓ کے ہاتھ میں سرکار دو عالم ﷺ کے لشکر کا پرچم تھا۔ ابو سفیان نے حضرت عباسؓ سے کہا تمہارے بھتیجے کے ساتھ بھلا کس کی طاقت ہے کہ جنگ لڑے، اس نے تو بڑی سلطنت جمع کرلی ہے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا یہ بادشاہت نہیں بلکہ نبوت ہے۔ اس کے بعد ہی ابو سفیان مکہ کی طرف دوڑتا ہوا گیا اور نبی اکرم ﷺ کا اعلان لوگوں تک پہنچا دیا کہ جو ابو سفیان کے گھر میں چھپ جائے اسے امان ہے۔ کیونکہ ابو سفیان کا گھر اتنا بڑا تو نہیں تھا کہ سب

لوگ اس میں داخل ہو سکتے ، چنانچہ آپ ﷺ نے یہ اعلان کرا دیا کہ جو حرم میں داخل ہو جائے اسے امان ہے اور جو اپنے گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لے اسے بھی امان ہے۔ یہ سن کر اہل مکہ حرم کی طرف دوڑے اور کچھ اپنے اپنے گھروں کی طرف بھاگے اور ان سبھوں کو سرکار دو عالم ﷺ کی جانب سے امن و امان مل گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے مکہ میں داخل ہونے سے قبل اپنے لشکر کی فوجی تقسیم و ترتیب کی اور مکہ مکرمہ میں مختلف راستوں سے داخل ہونے کی حکمت عملی اپنائی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ وہ مکہ مکرمہ کے زیریں حصے کی طرف سے داخل ہوں۔ ان کو راستہ میں کچھ مزاحمت ہوئی جس کو حضرت خالد بن ولیدؓ نے کچل دیا۔ حضرت زبیر بن عوامؓ کو حکم دیا کہ وہ مکہ کے بالائی حصہ کی طرف سے داخل ہوں اور مقام حجون میں سرکار دو عالم ﷺ کا انتظار کریں۔ حضرت ابو عبیدہ کو حکم دیا کہ وہ درمیانی راستے سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں۔ یہ تمام لشکر اپنے اپنے مقررہ راستوں سے ہو کر مقررہ مقام پر پہنچ گئے۔اور آقائے دو عالم ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہوئے یہ رحمت بھرا فرمان جاری کیا کہ: جو شخص ہتھیار ڈال دے اس کے لیے امان ہے ، جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے اس کے لیے امان ہے ، جو مسجدِ حرام میں داخل ہو جائے اس کے لیے امان ہے۔ مزید فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لیے بھی امان ہے۔ پھر آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کو بُتوں سے پاک فرما کر کعبہ کے اندر نفل نماز ادا کی ، اور باہر تشریف لا کر کفارِ مکہ سے مخاطب ہوئے : بولو! تم کو کچھ معلوم ہے کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟

کفار آپ ﷺ کی رحمت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے بولے : اَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ آپ کرم والے بھائی اور کرم والے بھائی کے بیٹے ہیں۔ نبیِّ کریم ﷺ کی رحمت رسالت جوش میں آئی اور یوں فرمایا : " آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم آزاد ہو۔" دنیا رحمت و شفقت کی یہ مثال کبھی نہیں پیش کر سکتی۔ سچ ہے آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔

خطبہ رسالت:

فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے قریش کے لوگو! اللہ نے تم سے جاہلیت کے غرور کو ختم کر دیا۔ ہم سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے

بنائے گئے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے بہتر وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔
آپ ﷺ نے پوچھا اے باشندگان مکہ ! بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں۔ سب نے کہاآپ شریف بھائی ہیں۔ شریف بھائی کے بیٹے ہیں، آپ ﷺ جو کریں گے، اچھا کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "جاؤ تمہیں آزاد کیا سب کو معاف کیا"۔یہ جرات انگیز فیصلہ صرف آپ ﷺ کا ہی ہوسکتا ہے ورنہ اس موقع پر انسان کہاں قابو میں رہتا ہے۔فتح مکہ کا سب سے اہم مرحلہ بیت اللہ شریف کو بتوں سے پاک کرنا تھا۔ اس وقت کعبہ میں تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔اس کی داخلی دیواریں انبیاء اور صلحاء کی تصاویر سے بھری تھیں۔ آپ ﷺ اپنی کمان کے ساتھ بتوں کو گراتے جاتے اور یہ آیت پڑھتے جاتے "جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" اور آپ کی ٹھوکر سے بت اوندھے منہ گرتے۔حضرت عثمانؓ بن طلحہ چابی لے کر کعبہ کے اندر داخل ہوئے، اس کو تصاویر سے پاک کیا، حضرت بلالؓ نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہوکر اذان دی۔ چناں چہ مکہ کی وادی توحید کے نعرۂ مستانہ سے گونج اٹھی۔

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے		کہ گونج اٹھے دشت وجبل نام حق سے

مشق اور سوالات:

(۱) مکہ کب فتح ہوا؟
(۲) مکہ کے لیے آپ ﷺ کس مہینے مدینہ سے روانہ ہوئے تھے؟
(۳) فتح مکہ سے کچھ دنوں قبل اہل مکہ اور اہل مدینہ کے درمیان کون سا معاہدہ ہوا تھا؟
(۴) آپ ﷺ نے کس سنہ نبوی میں مدینہ ہجرت فرمائی تھی؟
(۵) فتح مکہ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مکہ والوں کے ساتھ کیا سلوک فرمایا؟
(٦) درج ذیل الفاظ میں موصوف ، صفت ، مضاف اور مضاف الیہ کی پہچان کریں؟
فتح مکہ، اہم ترین ، بیت اللہ ، کعبتہ اللہ ، رمضان المبارک، صحابہ کرامؓ ، نبی اکرم ﷺ، لشکر جرار ، اسلامی لشکر ، دستہ مبارک ، صلح حدیبیہ ، اہل مکہ ، تمام قبائل، نئی روح ، عزم مصمم
(۷) فتح مکہ سیرت النبی ﷺ کا اہم ترین واقعہ ہے۔فتح مکہ پر اپنے الفاظ پانچ صفحات کا ایک خوب صورت مضمون لکھیں۔

سبق نمبر ۲۴

سوشلزم

دنیا میں اس وقت جو معاشی نظریات رائج ہیں، ان میں دو نمایاں ہیں: ایک سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) دوسرا اشتراکی نظام (Socialism) اور اس کی انتہائی صورت اشتمالیت (Communism) ہے۔ دنیا میں جو کچھ کاروبار، تجارت یا معاملات ہو رہے ہیں وہ انھی دو نظاموں کے ماتحت ہو رہے ہیں۔ اس لیے بھی سوشلزم کو سمجھنا اور جاننا ضروری ہے۔

تعریف:

سوشلزم کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: ایسا نظام جس میں مالک اور مزدور کو سیاسی اور اقتصادی حقوق یکساں میسر ہیں، سماج ہی سبھی ذرائع، جائداد اور منافع کا مالک ہوتا ہے۔ یہ کسی ایک آدمی کی ملکیت نہیں ہوتی۔ البتہ عملی طور پر معمولی معاشی اصلاحات، معاشی و سیاسی خیالات اور تمام وسائل دولت، ذرائع پیداوار اور اشیائے صرف کو بجبر ریاست کی تحویل میں لے لینا وغیرہ کو سوشلزم میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ پروفیسر جوڈ (Joad) کے الفاظ میں

"سوشلزم اس ٹوپی کی مانند ہے جو اپنی شکل وصورت کھوچکی ہے اور یہ اس لیے کہ ہر کوئی اسے اپنے سر پر منڈھنے میں مصروف ہے۔" (سوشلزم یا اسلام: پروفیسر خورشید احمد، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔۱۹۸۲ء ص:۸۱)

یوں سمجھ سکتے ہیں کہ "اس کی بنیاد اس نظریہ پر ہے کہ تمام وسائل ثروت سوسائٹی کے درمیان مشترک ہیں۔ اس لیے افراد کو فرداً فرداً ان پر مالکانہ قبضہ کرنے اور اپنے حسب منشاء ان میں تصرف کرنے اور ان کے منافع سے تنہا متمتع ہونے کا کوئی حق نہیں ہے۔ افراد اور لوگوں کو جو کچھ ملے گا وہ محض ان خدمات کا معاوضہ ہوگا جو سوسائٹی کے مشترک مفاد کے لیے وہ انجام دیں گے۔ سوسائٹی ان کے لیے ضروریات زندگی فراہم کرے گی اور وہ اس کے بدلہ میں کام کریں گے۔"

پس منظر:

مغربی دنیا کی نئی زندگی کا اغاز اس فکری اور ذہنی تبدیلی سے ہوا جسے نشأۃ ثانیہ کہتے ہیں۔جو قرون وسطیٰ کے مذہبی جبر وتشدد کے نظام کے خلاف بغاوت تھی۔ پہلے فکری میدان میں آزادی اورحریت پسندی رونما ہوئی۔

اس نئے نظریے نے مذہب ، مذھبی خیالات اور مذھبی لوگوں سے بغاوت کرکے مذھب بے زار زندگی کا نظریہ پیش کیا۔ انسانوں کو کام کرنے کی مشین بناکر انہیں اجرت دلاکر ان کی نجی اور ذاتی زندگی چھین لی۔ بحیثیت مجموعی جو نیا نقطۂ نظر ابھرا ،اس میں آخرت کو اساس بنانے کے بجائے صرف اس دنیا کی سود وزیاں کو بنیاد بنانے کی فکر تھی۔ نئی اقدار کا محور ومرکز صرف اور صرف کسب دنیا، حصول منفعت اور لذت پسندی اور مادہ پرستی قرار پائی۔

اس کے اظہار کا اگلا میدان سیاست تھی۔ یہاں اس نے انفرادیت کا روپ دھار لیا۔ بادشاہت اور استبدادی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا گیا۔ فرد کے حقوق کے لیے لڑائی لڑی گئی اور باالآخر عوام کی حاکمیت کی بنیاد پر لادینی جمہوری نظام قائم کیا گیا۔ اب نیا انسان اخلاق، مذہب، قانون اور رواج کے تمام بندھنوں کو توڑ کر بالکل مادر پدر آزادی کے تباہ کن راستہ پر لگ گیا اور ظلم واستحصال کا ایک نیا اور خراب تر دور شروع ہوگیا۔ معیشت کے میدان میں یہ بگاڑ سب سے زیادہ شدید تھا۔

اس کے خلاف جو ہمہ گیر رد عمل رونما ہوا، اس میں انفرادیت پسندی کی جگہ اجتماعیت پسندی نے لے لی۔ مغربی تہذیب کی باقی تمام بنیادوں کو توجوں کا توں محفوظ رکھا گیا البتہ فرد کو اجتماعی مفاد کا پابند بنانے کی شکلیں تجویز ہونے لگیں۔ فرد کی جگہ سماج کو مرکزی اہمیت دینے کا تصور رونما ہوا۔ اس کا اپنی انتہائی شکل میں اظہار سوشلزم کی تحریک میں ہوا۔

سوشلزم کے بنیادی اصول درج ذیل ہیں:

ا۔ اجتماعی ملکیت (Collective Property)

سوشلزم کا اصول ہے کہ ذرائع پیداوار جیسے زمین، مشین، آلات، کارخانے اور ایسی تمام چیزیں جن سے دولت کی پیداوار ہوتی ہے سب سماج کی مشترک ملکیت ہیں ۔ فرد کو ذرائع پیداوار کی ملکیت کا حق نہیں ہے اور نہ وہ ان پر مالکانہ تصرف کر سکتا ہے۔ ہاں پہننے کے کپڑے، استعمال کے برتن، گھر اور اس طرح کی دوسری ضروری چیزیں انفرادی ملکیت میں رہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

تمام ذرائع پیداوار قومی ملکیت بنادیے جائیں گے اور قومی اداروں کے تحت ان کا نظام چلے گا، جن میں قوم کے جملہ افراد بحیثیت کارکن کام کریں گے۔ انھی میں ان قومی اداروں کے منافع تقسیم ہوں گے اور انھی کارکنوں کے ووٹوں سے وہ منتظمین منتخب ہوں گے جو ساری معیشت کا نظام سنبھالیں گے۔ پوری آبادی کو کام کرنے والا طبقہ بنادیا جائے گا۔ ازروئے قانون اجرت پر کام کروانے پر پابندی ہوگی۔ پھر کچھ ہی سالوں میں نتیجہ یہ ہوگا کہ حکومت اور جبر کے بغیر زندگی کے سارے شعبے باہمی رضامندی، مشاورت اور تعاون سے چلتے رہیں گے۔ سوشلزم کا یہی وہ اصول ہے جسے مارکس نے پیش کیا تھا۔

۲۔ اجتماعی مفاد (Collective Intrest)

یہ سوشلزم کا اہم اصول ہے۔ اشتراکی نظام معیشت میں ساری معاشی سرگرمیاں باقاعدہ طور پر منصوبہ بندی کے تحت اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھ کر انجام دی جاتی ہیں۔ اجرت کی تعیین، تنخواہ اور پیداوار کا تناسب ہر جگہ اجتماعی مفاد کو مقدم رکھا جاتا ہے۔

۳۔ آمدنی کی منصفانہ تقسیم (Equal distribution of Income)

سوشلزم کا اصول ہے کہ پیداوار سے جو کچھ آمدنی حاصل ہو وہ افراد کے درمیان

منصفانہ طور پر اس طرح تقسیم کی جائے گی کہ غریب وامیر میں فاصلے نہ ہوں، آمدنیوں میں توازن ہو، اگر مکمل مساوات نہ ہوسکے تو کم از کم تنخواہوں اور اجرتوں کے درمیان تفاوت بہت زیادہ نہ ہونے پائے۔ (اسلام اور جدید معیشت وتجارت، مولانا تقی عثمانی)

سوشلزم اور کمیونزم میں فرق:

سوشلزم اور کمیونزم میں کئی فرق ہیں جسے آپ آگے پڑھیں گے یہاں ایک بنیادی فرق بتایا جارہا ہے۔ سوشلزم کا کہنا ہے کہ اجتماعی ملکیت قائم کرنے کے لیے جمہوری طریقے اپنائے جائیں گے، رائے عامہ ہموار کرکے سیاسی اقتدار پر قبضہ کیا جائے گا اور قانون سازی کے ذریعہ بتدریج جائیدادوں، صنعتوں اور تجارتوں کو اجتماعی ملکیت بنالیا جائے گا۔

جب کہ کمیونزم کا طریقۂ کار انقلابی اور جبری ہے۔اس کا خیال ہے کہ جمہوری طریقوں سے یہ تغیر نہیں ہوسکتا۔ نادار اور محنت پیشہ طبقہ کو لے کر ملکیت رکھنے والے طبقوں سے جنگ کی جائے گی اور ان کی ڈکٹیٹر شپ ختم کی جائے گی، جائیداد وغیرہ زبردستی چھین لی جائے گی اور جو بھی مزاحمت کرے گا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ سارے طبقات ختم کرکے سب کو ایک ہی طبقہ یعنی اپنے ہاتھ سے کام کرکے روٹی کمانے والا طبقہ بنادیا جائے گا۔ پھر جب انقلاب مکمل ہوجائے گا تو حکومت اور جبر کے بغیر سارے شعبے باہمی رضامندی اور مشاورت سے چلتے رہیں گے۔

سوشلزم کا ارتقاء:

کارل مارکس انیسویں صدی کی دوسری دہائی میں پیدا ہوا۔۱۸۴۸ء میں سوشلزم کے میدان میں اس کا نام ابھر کر سامنے آیا اور اس صدی کے آخر تک اس کا سرگرم رہنما اور زبردست حامی رہا۔اس نے سوشلزم کو مضبوط اور مستحکم بنیاد فراہم کی۔ مارکس نے اشتراکی اصولوں کو علمی ونظری بنیادوں پر پیش کیا اور اشتراکی افکار وخیالات کو دلائل کے زور پر بیان کیا۔ حسن اتفاق سے مارکس کو اینجلز کی شکل میں ایک ایسا قلمی رفیق مل گیا تھا جس نے اس کا بہت کامیاب تعاون کیا۔اس طرح دونوں نے اشتراکیت کو ترقی دی اور آگے بڑھایا۔ اسے ایک جامع نظریہ اور ایک متبادل نظام کی حیثیت عطا کی۔ ان کی کوششوں سے سوشلزم عوامی تحریک بن گئی۔ اس زمانہ میں اشتراکیت پر کتابیں لکھی گئیں۔ مارکس نے اپنی مشہور کتاب ''سرمایہ'' لکھی۔اشتراکی

منشور شائع کیا اور بہت بڑے پیمانے پر سوشلزم کی ترجمانی و تشہیر کا کام ہوا۔

۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول کا آغاز ہو چکا تھا۔ زار حکومت سے پریشان عوام نے "لینن" کی قیادت میں ۱۹۱۷ء میں نیا انقلاب شروع کیا اور کامیابی ملی۔ اب روس میں پہلی باراشتراکی طرز کی نئی حکومت قائم کردی گئی۔ یہاں سے دور عروج شروع ہوتا ہے۔ جسے لینن نے روسی انقلاب کا دوسرا دور کہا ہے۔

بیسویں صدی کا درمیانی دور اشتراکیت کے عروج کا زمانہ ہے۔ اس وقت کے مخصوص حالات اور خصوصاََ ترکی خلافت کے سقوط کے بعد کسی طاقتور حریف کے نہ ہونے کی وجہ سے اشتراکیت کو سوویت یونین کی شکل میں کافی زور ملا اور کئی ممالک نے سوشلزم کو اپنایا۔ سقوط خلافت عثمانیہ کے بعد اسلامی جمہوری کہلانے والی آزاد ریاستوں میں بھی سوشلسٹ پارٹیوں کا وجود ہوا۔ پاکستان، مصر، شام، انڈونیشیا اور دیگر ممالک میں مختلف ناموں سے بسااوقات ان پارٹیوں نے حصہ لے کر کامیابی بھی حاصل کیں۔

اشتراکی مفکرین:

اشتراکی تحریک کے مفکرین کی تعداد بہت ہے۔ اختصار کے پیش نظر ذیل میں بعض مشہور رہنما اور مفکرین کا نام دیا جارہاہے۔ جنھوں نے اشتراکیت کے فروغ میں قابل ذکر حصہ لیا ہے۔کارل مارکس،فریڈرک انجلز،رابرٹ اوون، لینن، لاسکی، خروشیف، وغیرہ کا نام اس ضمن میں لیا جاسکتاہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی جدید جاہلیت کی صدی تھی۔ اس میں مغربی تہذیب کو عروج حاصل ہوا۔بہت سے باطل نظریات کو فروغ ملا۔ان میں عقلیت پسندی،مادہ پرستی، لادینیت، سیکولرزم، نیشنلزم اور جمہوریت خاص طورپر قابل ذکر ہیں۔ سوشلزم بھی اسی دور کی پیداوار ہے اور جدید جاہلیت کا حصہ ہے۔

مشق وسوالات :

(۱) اس سبق سے پندرہ مشکل الفاظ تلاش کریں اور ان کے معانی لکھیں۔

(۲) سوشلزم کی جامع تعریف کیا ہے؟

(۳) سوشلزم اور کمیونزم میں کیا فرق ہے؟

(۴) سوشلزم کو ماننے والے پانچ مشہور اسکالر کا نام بتایئے؟

امام بخاریؒ

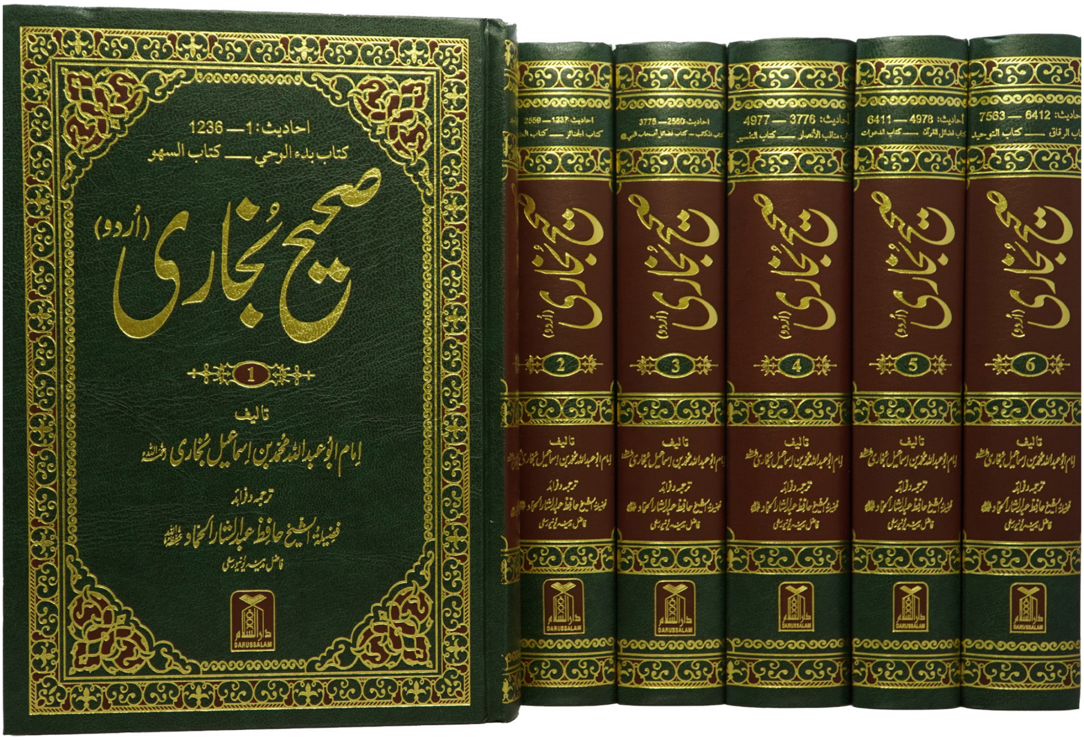

امام بخاریؒ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ (۲۰ جولائی ۸۱۰ عیسوی) کو بعد نمازِ جمعہ بخارا، ازبیکستان میں پیدا ہوئے۔ امام بخاریؒ ابھی کم سن ہی تھے کہ شفیق باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور تعلیم و تربیت کے لیے صرف والدہ کا ہی سہارا باقی رہ گیا۔ شفیق باپ کے اٹھ جانے کے بعد ماں نے امام بخاریؒ کی پرورش کی اور تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ امام بخاریؒ نے ابھی اچھی طرح آنکھیں کھولی بھی نہ تھیں کہ بینائی جاتی رہی۔ اس المناک سانحہ سے والدہ کو شدید صدمہ ہوا۔

انھوں نے بارگاہِ الٰہی میں آہ و زاری کی، عجز و نیاز کا دامن پھیلا کر اپنے لاثانی بیٹے کی بینائی کے لیے دعائیں مانگیں۔ ایک مضطرب، بے قرار اور بے سہارا ماں کی دعائیں قبول ہوئیں۔ انھوں نے ایک رات حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا فرما رہے تھے: "جا اے نیک خو! تیری دعائیں قبول ہوئیں۔ تمھارے نورِ نظر اور لختِ جگر کو اللہ تعالیٰ نے پھر نورِ چشم سے نواز دیا ہے" صبح اٹھ کر دیکھتی ہیں کہ واقعی بیٹے کی آنکھوں کا نور

لوٹ آیا ہے۔

احمد بن حفصؒ نے کہا کہ میں امام بخاری کے والد اسمٰعیلؒ کے پاس " ان کی آخری بیماری میں گیاتو انہوں نے کہا میں نہیں سمجھتا میرے مال میں کوئی روپیہ حرام یا شبہ کا ہو۔

امام بخاریؒ کو اپنے باپ کے ترکہ میں سے بہت مال ملا تھا۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے والد کی میراث سے کافی دولت ملی تھی۔ آپؒ اس سے تجارت کیا کرتے تھے۔ اس آسودہ حالی سے آپؒ نے کبھی اپنے عیش و عشرت کا اہتمام نہیں کیا جو کچھ آمدنی ہوتی طلب علم کے لیے صرف کرتے۔ غریب اور نادار طلبا کی امداد کرتے، غریبوں اور مسکینوں کی مشکلات میں ہاتھ بٹاتے۔ ہر قسم کے معاملات میں آپ رحمہ اللہ علیہ بے حد احتیاط برتتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ امام بخاریؒ اپنے مکان میں بیٹھے تھے، ان کے ساتھ دیگر علماء بھی تھے۔اتنے میں ان کی لونڈی آئی اور اندر جانے لگی۔سامنے ایک دوات رکھی تھی، اس کو ٹھوکر لگی۔ امام بخاریؒ نے کہا تم کیسے چلتی ہو؟ وہ بولی جب راستہ نہ ہو تو کیسے چلوں؟ یہ سن کر امام بخاریؒ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور کہا: "جا میں نے تجھ کو آزاد کر دیا " لوگوں نے کہا اے ابو عبداللہ! اس لونڈی نے تو آپؒ کو غصّہ دلایا ہے۔ انہوں نے کہا میں نے اس کام سے اپنے نفس کو راضی کر لیا ہے۔

امام بخاریؒ بہت کم خوراک لیتے تھے، طالب علموں کے ساتھ بہت احسان کرتے اور نہایت سخی تھے۔ ایک دفعہ امام بخاریؒ بیمار ہوئے۔ ان کا قارورہ (پیشاب کے قطرے) طبیبوں کو چیک کرایا گیا تو انہوں نے کہا یہ قارورہ تو اس شخص کا ہے جس نے کبھی سالن نہ کھایا ہو۔امام بخاریؒ مسجد میں تھے، ایک شخص نے آپؒ کی داڑھی میں سے کچھ کچرا نکالا اور زمین پر ڈال دیا۔ امام بخاریؒ نے لوگوں کو جب غافل پایا تو اس کو اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ جب مسجد سے باہر نکلے تو اس کو پھینک دیا۔گویا مسجد کا اتنا احترام کیا کرتے تھے۔

امام بخاریؒ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ اور ذہن عطا کیا تھا۔ ایک مرتبہ بغداد آئے، محدثین جمع ہوئے اور آپؒ کا امتحان لینا چاہا، امتحان کی ترتیب یہ رکھی کہ دس آدمیوں نے دس دس حدیثیں لے کر ان کے سامنے پیش کیں، ان احادیث کے متن (عبارت) اور سندوں کو بدلا گیا، متن ایک حدیث کا اور سند دوسری حدیث کی لگا دی گئی۔ امام بخاریؒ

حدیث سنتے اور کہتے۔ مجھے اس حدیث کے بارے میں علم نہیں جب سارے محدثین اپنی دس دس حدیثیں سنا چکے اور ہر ایک کے جواب میں امام بخاریؒ نے کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں، تو سارے لوگ ان سے بدظن ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ کیسے امام ہیں کہ ۱۰۰ احادیث میں سے چند حدیثیں بھی نہیں جانتے۔

امام بخاریؒ پہلے شخص سے مخاطب ہو کر کہنے لگے تم نے پہلی حدیث یوں سنائی تھی اور پھر صحیح حدیث سنائی دوسری حدیث کے بارے میں فرمایا کہ تم نے یہ حدیث اس طرح سنائی تھی جب کہ صحیح یہ ہے اور پھر صحیح حدیث سنائی، مختصر یہ کہ امام بخاریؒ نے دس کے دس آدمیوں کی مکمل حدیثیں پہلے ان کے ردّو بدل کے ساتھ سنائیں جیسا اُن لوگوں نے پڑھا تھا اور پھر صحیح اسناد کے ساتھ حدیثیں سنائیں۔

اس مجلس میں امام صاحب نے جو اس طرح حدیثوں کی صحت کی وضاحت کی اور غلطیاں بتادیں،اس پر تو سارا مجمع حیران اور خاموش تھا، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ یہ واقعہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں، یہاں امام بخاریؒ کی امامت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ تعجب یہ نہیں کہ امام بخاریؒ نے غلط احادیث کی تصحیح کی اس لیے کہ وہ تو تھے ہی حافظ حدیث، تعجب تو اس کرشمہ پر ہے کہ امام بخاریؒ نے ایک ہی دفعہ میں ان کی بیان کردہ ترتیب کے مطابق وہ تمام تبدیل شدہ حدیثیں بھی یاد کر لیں۔ (فتح الباری ، شرح صحیح بخاری)

آپؒ کی سب سے بلند پایہ تصنیف صحیح بخاری ہے۔ آپؒ نے بخاری کی ترتیب و تالیف میں صرف علمیت، ذکاوت اور حفظ ہی کا زور خرچ نہیں کیا بلکہ خلوص، دیانت، تقویٰ اور طہارت کے بھی آخری مرحلے ختم کر ڈالے اور اس شان سے ترتیب و تدوین کا آغاز کیا کہ جب ایک حدیث لکھنے کا ارادہ کرتے تو پہلے غسل کرتے، دو رکعت نماز استخارہ پڑھتے بارگاہِ ربّ العزت میں سجدہ ریز ہوتے اور اس کے بعد ایک حدیث تحریر فرماتے۔ اس سخت ترین محنت اور دیدہ ریزی کے بعد سولہ سال کی طویل مدت میں یہ کتاب زیورِ تکمیل سے آراستہ ہوئی۔ ایک ایسی تصنیف عالمِ وجود میں آگئی جس کا یہ لقب قرار پایا: " اصح الکتب بعد کتاب اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے"۔

ہزاروں محدثین نے سخت سے سخت کسوٹی پر کسا، پرکھا اور جانچا مگر جو لقب اس

مقدس تصنیف کے لیے من جانب اللہ مقدر ہو چکا تھا وہ پتھر کی کبھی نہ مٹنے والی لکیر بن گیا۔

امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور بہت فائدہ اٹھایا۔ وہ امام بخاریؒ کے اکثر اساتذہ کے براہ راست بھی شاگرد ہیں۔ اس لیے ان دونوں کی کتابیں قرآن مجید کے بعد تمام کتابوں سے زیادہ صحیح ہیں۔ البتہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری صحت میں صحیح مسلم سے افضل ہے۔ اگرچہ احادیث رسول اللہ ﷺ پر کتابیں اور بھی ہیں لیکن کوئی بھی ان میں سے صحیح بخاری کے ہم پلہ نہیں۔ اسی لیے علما نے صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا ہے۔

صحابہ کرامؓ احادیث زبانی یاد کرلیا کرتے تھے اور بعض صحابہ لکھتے بھی تھے۔ البتہ تدوینِ حدیث (احادیث کو جمع کرنا) کی ابتدا خلفائے راشدین ہی سے ہوئی ہے۔ صحیفہ ھمام ابن منبہ مشہور ہے جو حضرت ابوہریرہؓ کی روایات کا مجموعہ ہے جو ان کے شاگرد اور تابعی ھمام نے تیار کیا تھا۔ صحیفہ صادقہ بھی مشہور ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایات کا مجموعہ ہے۔ صحت حدیث میں حضرت عمر فاروقؓ کو اگر ذرا بھی شبہ ہو جاتا تو دلیل اور گواہ طلب کر لیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں محدثین لکھتے ہیں کہ روایت میں انتہائی سختی برتتے تھے اور اگر کوئی شاگرد الفاظِ حدیث یاد کرنے میں کوتاہی کرتا تو ڈانٹتے تھے۔ تحقیق و تنقید کی بنیاد حضرت ابوبکر صدیقؓ ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ نے ڈالی۔ تابعینؒ نے اس کے اصول و ضوابط مرتب کیے اور تبع تابعینؒ نے مستقل اور باضابطہ فن کی حیثیت دی۔

امام بخاریؒ خرتنگ نامی بستی میں تشریف فرما تھے۔ چند روز وہاں رہے پھر بیمار ہوگئے۔ اس وقت ایک ایلچی آیا اور کہنے لگا کہ سمرقند کے لوگوں نے آپؒ کو بلایا ہے۔ امام بخاریؒ نے قبول فرمایا۔ موزے پہنے، عمامہ باندھا، بیس قدم گئے ہوں گے کہ انھوں نے کہا مجھ کو چھوڑ دو ، مجھے ضعف ہو گیا ہے۔ امام بخاریؒ نے کئی دعائیں پڑھیں پھر لیٹ گئے۔ آپؒ کے بدن سے بہت پسینہ نکلا۔ دس شوال ۲۵۶ھ بعد نماز عشاء آپؒ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اگلے روز جب آپؒ کے انتقال کی خبر سمرقند اور اطراف میں مشہور ہوئی تو کہرام مچ گیا۔ پورا شہر ماتم کدہ بن گیا۔ جنازہ اٹھا تو شہر کا ہر شخص جنازہ کے ساتھ تھا۔ نماز ظہر کے بعد اس علم و عمل اور زہد و تقویٰ کے پیکر کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔ جب قبر میں رکھا گیا تو آپؒ کی قبر سے

مشک کی خوشبو پھوٹی اور بہت دنوں تک یہ خوشبو باقی رہی۔ (ابن ابی حاتمؒ)

مشق وسوالات:

(۱) امام بخاریؒ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات لکھیں؟

(۲) امام بخاریؒ کی مشہور کتاب کے بارے میں دس جملے لکھیں؟

(۳) امام بخاری بہت ذہین تھے اور ان کا حافظہ بہت قوی تھا، اس کی وضاحت میں کوئی واقعہ بیان کیجیے؟

(۴) اس سبق سے پانچ عطف ومعطوف تلاش کیجیے:

(۵) اپنی لائبریری جائیں اور صحیح بخاری ایک بار دیکھیں اور اپنا تاثر تین جملوں میں لکھیں۔

سبق نمبر ۲۶

اردو نثر اور صحافت

(الف) نثر

نثر کی تعریف اور اقسام: نثر اردو ادب میں اس تحریر کو کہتے ہیں جس میں وزن کا اہتمام نہ ہو۔ دوسرے ابہام بھی نہ ہو۔ اگر ایک جملے میں کئی معنی ہو تو یہ نثر کا عیب مانا جاتا ہے۔نثر میں بات صاف طریقے سے بیان کی جاتی ہے۔ نثر کے لیے ضروری ہے کہ اس میں حقیقت اور واقعیت ہو۔ نثر کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس سے وہ کام لیا جائے جو شعر میں آسانی سے ممکن نہ ہو۔

نثر کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) سادہ نثر اس نثر کو کہتے ہیں جس میں رعایت اور مناسبات وغیرہ نہ ہوں ،عام فہم اور آسان الفاظ کا استعمال کیا گیا ہو۔

(۲) سلیس نثر لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے آسان نثر کو سلیس نثر بھی کہتے ہیں۔ اس میں رعایت لفظی کا استعمال بھی نہیں ہوتا۔ خطوط غالب اس کی بہترین مثال ہے۔

(۳) مقفع نثر اس نثر کو کہتے ہیں جس میں وزن تو نہ ہو لیکن قافیہ کا اہتمام کیا گیا ہو۔ کسی زمانے میں اس کا رواج تھا بلکہ ایسا جنون تھا کہ میرامن دہلوی کی سادہ نثر کے مقابلے میں رجب علی بیگ سرور نے فسانہ عجائب نامی مکمل کتاب لکھی جو مقفع نثر کی بہترین مثال ہے۔

(۴) مسجع نثر ایسی نثر کو کہتے ہیں جس کے دو جملوں کے تمام الفاظ ایک دوسرے کے ہم وزن ہوں اور آخر کے الفاظ بھی ہم قافیہ ہوں اور کبھی ردیف کا بھی استعمال ہو۔

(۵) رنگین نثر ایسی نثر کو کہتے ہیں جس میں صنائع لفظی اور معنوی سے کام لیا گیا ہو۔

جدید اردو ادب میں سادہ اور سلیس نثر کو اہمیت دی جاتی ہے اور ہر ادیب اسی کو اختیار کرتا ہے۔ نثر میں فصاحت ، روانی اور سلاست کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔

(ب) ناول:

لغت کے اعتبار سے ناول کے معانی نادر اور نئی بات کے ہیں۔ لیکن صنفِ ادب میں ناول کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: "ناول ایک نثری قصہ ہے جس میں پوری ایک زندگی بیان کی جاتی ہے"۔

ناول کے عناصرِ ترکیبی میں درج ذیل چیزیں ہوتی ہیں: کہانی، پلاٹ، کردار، مکالمہ ،زمان ومکان یا منظر نگاری، نقطۂ نظر ، اسلوب۔

ناول تمام ادبی صنفوں میں تازہ ترین صنف ہے اگرچہ قدیم دور میں بھی اس کی نظیر بآسانی مل جاتی ہے ، اس نے عہد جدید سے پہلے اپنے آپ کو مستحکم اور منفرد انداز میں ادیبوں کے سامنے پیش نہیں کیا۔

ناول مغربی اثر کے ساتھ اردو میں آیا۔ ناول سے پہلے اردو میں داستان اور قصے کہانیاں موجود تھیں۔ اردو میں ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کی کہانیوں کو ناول کا پہلا نمونہ کہا جاسکتا ہے۔ ان کی پہلی کہانی مراۃ العروس ۱۸۶۹ء میں شائع ہوئی۔ نذیر احمد اپنی کہانیوں کے ذریعے عورتوں کی اصلاح چاہتے تھے۔ بنات النعش، توبۃ النصوح، ابن الوقت وغیرہ نذیر احمد کی دوسری کتابیں ہیں۔ تاریخی اعتبار سے دوسرے اہم ناول نگار عبدالحلیم شرر ہیں۔ ان کا ناول فسانۂ آزاد اردو کا ایک شاہکار ہے۔ یہ ۱۸۷۹ء میں لکھا گیا۔ عبدالحلیم شرر نے اپنے ناولوں کے ذریعے سماج کی اصلاح کی۔ ان کا مشہور ناول فردوسِ بریں ہے۔ یہ ۱۸۹۹ء میں لکھا گیا ہے۔ان کا یہ جملہ بہت یادگار ہے: "اگر آپ اردو زبان کے سچے ہمدرد ہیں تو ہندو مسلمانوں میں اتّفاق پیدا کرنے کی کوشش کیجیے۔ ورنہ وہی انجام ہوگا جو ماں باپ کی باہمی لڑائی جھگڑے اور فساد سے اُن کے بچّوں کا ہوتا ہے۔"

سجاد حسین نے ناولوں میں مزاحیہ رنگ کا اضافہ کیا۔ حاجی بغلول، احمق الدین، میٹھی چھری وغیرہ ان کے مشہور ناول ہیں۔ مرزا رسوا کے ناولوں سے ایک نیا رنگ شروع ہوتا ہے۔ امراؤ جان ادا ان کا زندۂ جاوید ناول ہے۔ راشدالخیری نے اپنے ناولوں سے سماجی اصلاح کی کوشش کی۔ آمنہ کا لال، انگوٹھی کاراز، سمرنا کا چاند، شامِ زندگی، صبحِ زندگی وغیرہ ان کے مشہور ناول ہیں۔ سجاد ظہیر ترقی پسند تحریک کے بانیوں میں سے ایک ہیں۔ ان کا ناول لندن

کی ایک رات بہت مشہور ہے۔ پریم چند کے نثر سے اردو میں ناول کو ترقی ہوئی۔ بازارِ حسن، چو گانِ ہستی، نرملا، گئودان وغیرہ ان کے اہم ناول ہیں۔ کرشن چندر کا ناول شکست بہت مشہور ہے۔ انھوں نے اپنے زمانے کے مسائل کو ناولوں کے ذریعے پیش کیا۔ عصمت چغتائی کا مشہور ناول ٹیڑھی لکیر ہے۔ اردو کے جدید ناول نگاروں میں قُرت العین حیدر کا نام اہم ہے۔ ان کے مشہور ناولوں میں صنم خانے، آگ کا دریا، آخرِ شب کے ہم سفر وغیرہ اہم ہیں۔ بانو قدسیہ کا ناول راجہ گدھ ناول نگاری کی تاریخ میں ایک شاہکار اضافہ ہے۔بلال مختار کا ادھورے ستائیس منٹس بھی جدید اسلوب کا آئینہ دار ہے۔

ناول کی اقسام:۔

(۱) معاشرتی ناول:۔ جو ناول بنیادی طور پر معاشرہ کے کسی مسئلے یا مسائل کی نقاب کشائی کرتے ہوں، انہیں معاشرتی ناول کا عنوان دیا جاتا ہے۔

(۲) واقعاتی ناول:۔ جن ناولوں میں پلاٹ پر زیادہ زور ہوتا ہے، یعنی ان میں واقعات کی بھرمار ہوتی ہے، انہیں ہم واقعاتی ناول کہتے ہیں۔

(۳) کرداری ناول:۔ جن ناولوں کا مرکزی تاثر کسی خاص کردار کی خصوصیات سے تشکیل پائے، انہیں کرداری ناول سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(۴) نظریاتی ناول:۔ جن ناولوں میں مقصد یا نظریہ زیادہ ابھرا ہوا ہوتا ہے، انہیں ہم مقصدی یا نظریاتی ناول قرار دیتے ہیں۔

(۵) تاریخی ناول:۔ جن ناولوں میں تاریخ کے کسی خاص دور، کسی مشہور شخصیت کو ناول کا موضوع بنایا گیا ہو، انہیں ہم تاریخی ناول قرار دیتے ہیں۔

(۶) جاسوسی ناول:۔ جن ناولوں کی بنیاد انوکھی باتوں، مافوق الفطرت کرداروں، جرائم کی کھوج و تحقیق اور تحیر و تجسّس پر ہو، انہیں ہم جاسوسی ناول کہتے ہیں۔

(۷) اصلاحی ناول:۔ ایسے ناول جن کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کی جائے۔معاشرہ کی خرابیوں پر نقد کرکے ان کا ازالہ کرنے اور اچھائیوں کے فروغ دینے کے واقعات ہوں، انھیں اصلاحی ناول کہتے ہیں۔

(۸) رومانوی ناول:۔ رومانوی ناولوں میں ، ایک محبت کی کہانی سامنے آتی ہے جو بطور

اصول ، خوش کن اختتام پذیر ہوتی ہے۔ ان ناولوں کا مرکزی پلاٹ محبت بھرے مرکزی کرداروں، اور ان کے جذبات کی تفصیل سے بھرا ہوتا ہے ، جو صنف مخالف کے مابین محبت میں ڈوب جانے اور اظہار محبت کے نت نئے رت اور پر کیف اور دل کش انداز میں پیش کرنے کا فن ہوتا ہے۔

(۹) نفسیاتی ناول:۔ جو ناول بنیادی طور پر کسی نفسیاتی نقطے کے گرد گھومتے یا پھر کرداروں کی نفسیاتی خصوصیات میں مصروفِ عمل ہوتے ہیں، انہیں ہم نفسیاتی ناول کہہ سکتے ہیں۔

(ج)افسانہ

افسانہ ادب کی نثری صنف ہے۔ لغت کے اعتبار سے افسانہ جھوٹی کہانی کو کہتے ہیں لیکن ادبی اصطلاح میں یہ لوک کہانی کی ہی ایک قسم ہے۔ ناول زندگی کا کُل اور افسانہ زندگی کا ایک جز پیش کرتا ہے۔ جب کہ ناول اور افسانے میں طوالت کا فرق بھی ہے اور وحدت تاثر کا بھی۔

افسانہ کو کہانی بھی کہا گیا ہے۔ لیکن موجودہ ادبی تناظر میں افسانے سے مقصود مختصر افسانہ ہے جو کم سے کم آدھے گھنٹے میں یا آدھی نشست میں پڑھا جاتا ہے۔ افسانہ دراصل ایک ایسا قصہ ہے جس میں کسی ایک واقعہ یا زندگی کے کسی اہم پہلو کو اختصاراً اور دل چسپی سے تحریر کیا جاتا ہے۔اس کی ترتیب میں اجزائے ترکیبی کا بہت زیادہ عمل دخل رہتاہے۔

پریم چندر کے علاوہ سجاد حیدر اور سلطان حیدر جوش نے بھی اردو میں مختصر افسانہ کے نمونے پیش کیے ہیں۔ شروع میں پریم چند نے بنگالی ادب سے متاثر ہو کر لکھنا شروع کیا تھا ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ 'سوز وطن'۱۹۰۸' میں شائع ہوا۔ ان افسانوں میں برطانوی حکومت کی دشمنی اور وطن دوستی کے جذبات کی ترجمانی کی گئی تھی اس لیے انگریز حاکموں نے اس مجموعے کو ضبط کر لیا۔ پریم چند کی ابتدائی کہانیوں میں داستانوں کے انداز کی جھلک تھی لیکن بعد میں ان کا فن برابر ارتقا کرتارہا اور انھوں نے اردو افسانہ نگاری کو نئی بلندیوں تک پہنچا دیا۔

افسانہ زندگی کے کسی ایک واقعے یا پہلو کی وہ تخلیقی اور فنی پیش کش ہے جو عموماً کہانی کی شکل میں پیش کی جاتی ہے۔ ایسی تحریر جس میں اختصار اور ایجاز بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ وحدتِ تاثر اس کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔

" افسانہ ایک ایسی بیانیہ صنف ہے جو اتنی مختصر ہو کہ ایک ہی نشست میں پڑھی جاسکے، جسے قاری کو متاثر کرنے کے لیے لکھا گیا ہو اور جس سے وہ تمام غیر ضروری اجزا نکال دیے گئے ہوں، جو تاثر قائم رکھنے میں معاون نہ ہوں۔اس میں "وحدت تاثر"اور"کلیت "(Totality) کی صفت بطور خاص ملحوظ رہتی ہے۔"

افسانہ دوسری طرح کی کہانیوں سے اس لحاظ سے منفرد اور ممتاز ہے کہ اس میں واضح طور پر کسی ایک چیز کی ترجمانی اور مصوری ہوتی ہے۔ ایک کردار، ایک واقعہ، ایک ذہنی کیفیت، ایک جذبہ، ایک مقصد، مختصر یہ کہ افسانے میں جو کچھ بھی ہو، ایک ہو۔ افسانے کی یہ خاصیت کہ یہ اپنے اختتام پر قاری کے ذہن پر واحد تاثر قائم کرتا ہے، یہی وحدتِ تاثر کہلاتی ہے۔

(د)اخبار

اردو میں اخبار ایسی اشاعت کو کہتے ہیں جس میں خبریں چھپتی ہیں۔ اس میں سیاست، فن، تہذیب، کھیل، سماج، تجارت وغیرہ ان تمام شعبوں کی خبریں شائع ہوتی ہیں۔ اصطلاحاً کسی واقعے کا براہ راست، بے لاگ اور صحیح بیان جس میں بہت سے افراد کو دل چسپی ہو، اخبار کہتے ہیں۔

صحیح خبر ایسے واقعہ کا بیان ہے جس میں کوئی تبصرہ نہ ہو، کوئی الزام لگایا گیا نہ ہو، کسی ذاتی رائے کا اظہار نہ کیا گیا ہو۔ کوئی حقیقت مسخ نہ کی گئی ہو اور اپنی جانب سے کسی بات کا اضافہ نہ کیا گیا ہو۔ خبر میں تازگی، قربِ زماں و مکاں اور وسعت ہونی ضروری ہے۔ طرز تحریر موثر اور دل نشین ہونا چاہیے۔ بعض خبریں مقامی اہمیت کی ہوتی ہیں اور بعض عالمی امن و امان پر اثرانداز ہوتی ہیں جن سے ہر ملک کے عوام کو دل چسپی ہوتی ہے۔ بعض اوقات چھوٹی سی جگہ پر انوکھا یا دل چسپ واقعہ پیش آ جاتا ہے جو لوگوں کی دل چسپی کا موجب بن جاتا ہے۔

خبر کی اہمیت کا تعلق متعدد چیزوں سے ہوتا ہے جن میں خبر کا فوری پن یا تازگی، قربت مکانی کے اثرات ، نتیجہ، تعدد، حیثیت، عرفی ،تنازع ،مقدار یا تعداد ،انوکھا پن شامل ہیں۔ کسی قانون کا نفاذ یا حکومت کا کوئی اعلان عوام پر اثر نداز ہوتا ہو تو یہ بڑی خبر ہے۔

راز بھی خبر کا ایک اہم عنصر ہے۔ بڑے لوگوں کی زندگی یا کردار کے چھپے ہوئے گوشوں میں جھانکنے کا شوق شدید ہوتا ہے۔ کسی معمولی حیثیت کے آدمی کا بڑا کارنامہ یا بڑے آدمی کی چھوٹی سی بات بھی خبر بن سکتی ہے۔ واقعہ، مشاہدہ اور واقعہ نگاری خبر کے عناصر ترکیبی ہیں۔ لیکن صحافی کو قاری کے رجحانات، اپنے اخبار کی پالیسی اور بعض اخلاقی اصولوں کا بھی پاس رکھنا ہوتا ہے۔ اخبارات یہ خبریں بین الاقوامی اور ملکی خبررساں ایجینسیوں کے علاوہ اپنے نامہ نگاروں اور خاص نمائندوں سے بھی حاصل کرتے ہیں۔

اخبارات روز انہ خبروں اور حالات حاضرہ کے تجزیے کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ اخبارات عام معلومات بھی فراہم کرتے ہیں۔ ان میں کئی اہم جانکاری والے مضامین ہوتے ہیں۔ ہر اخبار کے مخصوص ضمیمے ہوتے ہیں۔ یہ ضمیمے ہفتہ واری بھی ہوتے ہیں اور خاص مواقع کے بھی۔ مثلاً اتوار کے ضمیمے اور عید الاضحیٰ کے ضمیمے۔ یوم خواتین، یوم اطفال، یوم اساتذہ وغیرہ کے ضمیمے جن میں موقع کی افادیت کے حساب سے مضامین چھاپے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ اخبارات موضوعاتی ضمیمے بھی نکالتے ہیں، جیسے کہ سائنسی ضمیمہ، تکنیکی ضمیمہ، ادب کا ضمیمہ، خواتین و اطفال کا ضمیمہ وغیرہ۔ اخبارات میں اخبار کے مدیر کے نام خط کا بھی ایک کالم ہوا کرتا ہے جس میں قارئین اپنے مسائل اور حالات حاضرہ پر تبصروں کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اخبارات کھیلوں کے بارے میں اور خاص طور پر فٹ بال، کرکٹ کے میچوں کا کافی تجزیہ کرتے ہیں جو شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ اس میں تصاویر کا ہونا اور بھی لوگوں کی دل چسپی کا باعث ہے۔

اخبارات کے لیے اہم ذریعہ آمدنی اس میں چھپنے والے اشتہارات ہیں۔ یہ اشتہارات قارئین پر مرکوز ہوتے ہیں۔ اس میں اشیا اور خدمات کا تفصیلی تذکرہ ہوتا ہے۔ قارئین اکثر نئی مصنوعات سے بذریعہ اخبارات باخبر ہوتے ہیں اور حسب ضرورت خرید بھی لیتے ہیں۔

اخباری اشتہارات کی کچھ قسمیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں قارئین خود کوئی پیام دیتے ہیں۔ انھیں کلاسیفائڈ اشتہارات کہتے ہیں۔ ان اشتہارات میں یہ لوگ خود اپنی ضرورتوں کو دیگر قارئین کے آگے پیش کرتے ہیں۔ مثلاً ضرورت رشتہ کے عنوان سے ماں باپ یا سرپرست اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کا اشتہار دیتے ہیں۔ برائے فروخت کے تحت لوگ استعمال شدہ گاڑیوں اور کاروں کی فروخت کی کوشش کر سکتے ہیں۔ اس میں گاڑی کے ماڈل اور

دیگر تفصیلات دی جاتی ہیں۔ برائے کرایہ کے عنوان سے قارئین مکانات اور فلیٹ کو دوسرے قارئین کے آگے کرائے پر پیش کرتے ہیں۔

کرنے کے کام اور مشقیں:

(۱) اردو نثر کی تعریف اور اس کی قسمیں بیان کیجیے:

(۲) جدید اردو ادب میں نثر کی کون سی قسم زیادہ مقبول ہے اور کیوں؟

(۳) ناول کی تعریف لکھیے :

(۴) ناول کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون؟

(۵) افسانہ کسے کہتے ہیں؟

(۶) افسانہ میں وحدت تاثر سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

(۷) اخبار کے کیا کیا فائدے ہیں؟

(۸) اپنے ملک کے پانچ مشہور اخبار کے نام لکھیے:

سبق نمبر ۲۸

علامہ اقبالؒ

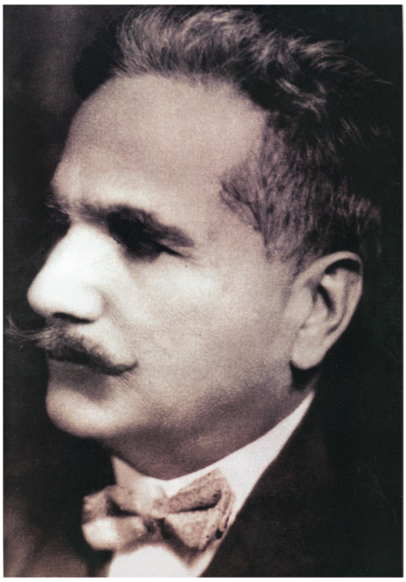

ڈاکٹر اقبال کے آباء واجداد کشمیر سے آکر سیالکوٹ میں آباد ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر اقبال کے والد شیخ نور محمد بڑے ہی نیک اور اللہ والے بزرگ تھے۔ سیالکوٹ میں ان کا چھوٹا سا کاروبار تھا۔ وہ سارے شہر میں نیکی اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہر دل عزیز تھے۔

۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں ہی پیدا ہوئے۔ شمس العلما مولوی سید میر حسن سے فارسی، عربی اور دیگر مشرقی علوم کی تعلیم حاصل کی۔ سیالکوٹ ہی میں ایک انگریزی اسکول سے امتیاز کے ساتھ انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ اسکاچ مشن اسکول سے ایف۔ اے کیا۔ لاہور میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور بی۔ اے اور ایم۔ اے کے امتحانات میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی۔ شاعری کی طرف بچپن سے مائل تھے۔ ابتدائی تعلیم کے زمانے ہی میں شعر کہتے تھے۔ اس وقت ہندوستان میں داغ دہلوی کی شاعری کا ڈنکا بج رہا تھا۔ اقبال نے خط وکتابت کے ذریعے ان سے اصلاح لی۔ چند ہی دنوں میں انھوں نے فارغ الاصلاح کر دیا۔ داغ کی اصلاح نے اقبال کے کلام میں روانی اور زبان میں صفائی پیدا کی۔

لاہور ہی میں اعلیٰ تعلیم کے دوران پروفیسر آرنلڈ سے علم فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ جب پروفیسر آرنلڈ ۱۹۰۵ء میں انگلینڈ چلے گئے تو انھیں کے اصرار پر اقبال نے یورپ کا سفر کیا۔ وہاں فلسفے میں مہارت حاصل کی اور فارسی ادب کا مطالعہ بھی جاری رکھا۔ اس کے بعد جرمنی چلے گئے اور ایرانی فلسفہ پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد لندن واپس آکر بیرسٹری کا امتحان پاس کیا اور تعلیمات سے وابستہ ہو گئے۔ اس کے بعد بیرسٹری شروع کر دی۔ اقبال کی عالم گیر مقبولیت اور علمی مشاغل سے متاثر ہو کر حکومت برطانیہ نے انھیں سر کا خطاب عطا

کیا۔ اس کے علاوہ بھی انھیں مختلف اعزازات سے نوازا گیا۔

عمر کے آخری ایام میں اقبال کی صحت خراب رہنے لگی تھی اور آواز بند ہو گئی تھی، جس کے باعث ہائی کورٹ جانا بند کر دیا تھا۔ بالآخر ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو علامہ اقبال نے ایک طویل علالت کے بعد انتقال کیا۔ علامہ اقبال کی تصنیفات انگریزی نثر، خطوط، فارسی نظموں، غزلوں اور اُردو شاعری پر مشتمل ہیں۔ اردو میں ان کی شاعری کا سرمایہ بانگ درا، بال جبریل اور ضرب کلیم پر مشتمل ہے۔ ارمغان حجاز ان کے اردو اور فارسی کلام کا مشترک مجموعہ ہے۔

لاہور میں مشاعرے بھی ہوتے تھے جن میں اس زمانے کے مشہور شعراء اپنا کلام سناتے تھے۔ اقبال بھی ان محفلوں میں جانے اور اپنا کلام سنانے لگے۔ آہستہ آہستہ سب کی نظریں ان پر پڑنے لگی اور ان کی عمر ۲۲ سال کی تھی کہ لاہور کے ایک مشاعرے میں انہوں نے ایک غزل پڑھی۔اس مشاعرے میں مرزا ارشد گرگانی بھی تھے جو ان دنوں چوٹی کے شاعروں میں گنے جاتے تھے۔ جب اقبال نے یہ شعر پڑھا:

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لیے	قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے

مرزا ارشد تڑپ اٹھے اور کہنے لگے۔ میاں صاحب زادے سبحان اللہ! اس عمر میں یہ شعر!!

۱۸۹۹ عیسوی میں انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں نالۂ یتیم کے عنوان سے ایک درد انگیز نظم پڑھی جس سے سننے والوں کے دل بے چین ہو گئے اور حاضرین کی آنکھوں سے بے اختیار انسو ٹپک پڑے۔پھر آپ نے ہمالہ، ہمارا ہندوستان وغیرہ نظمیں لکھی جو ہندوستان بھر میں پسند کی گئیں۔

انہوں نے شکوہ لکھا جو ان کی نظموں میں بہت مشہور ہے۔ پہلے اقبال نے اس نظم کو انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسے میں پڑھا تو ان کی درد میں ڈوبی ہوئی آواز سامعین کے دلوں میں اس طرح رس گھولنے لگی کہ آہ اور سسکیوں کے سوا سارے جلسے میں کچھ اور سنائی نہیں دیتا تھا۔ اقبال نے بہت سی اچھی نظمیں لکھی ہیں لیکن شکوہ سے زیادہ ان کی کوئی اور نظم اتنی مقبول نہیں ہوئی۔

اقبال نے شاعری کی ابتدا غزل سے کی۔ لیکن جلد ہی نظم کی طرف مائل ہو گئے۔ ان

کی شاعری کا بیشتر حصہ نظموں ہی پر مشتمل ہے۔ انھوں نے بچوں کے لیے بھی نظمیں کہی ہیں۔ بچوں کی نظموں میں قومی ترانہ " اور بچے کی دعا ، خصوصیت سے مقبول ہوئیں۔ ان کی شاعری کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ شروع سے آخر تک ان کی شاعری برابر ترقی کرتی رہی اور اُس میں وسعت اور گہرائی پیدا ہوتی گئی۔ اقبال نے اردو شاعری میں مختلف جہات سے اضافہ کیا ہے۔ انھوں نے زبان کو جس فنکارانہ انداز سے برتا، اس سے اردو شاعری میں نئے خیالات کے اظہار کی مختلف راہیں کھلی ہیں، نئ تشبیہات ، استعارات اور تراکیب نے جگہ پائی اور اس طرح اردو زبان میں نئے تخلیقی امکانات پیدا ہوئے۔ منظر نگاری اور محاکات میں اقبال اپنے قلم سے وہی کام لیتے ہیں جو اک مصور اپنی نوک قلم سے لیتا ہے۔ کہیں کہیں ثقیل الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں لیکن وہ کلام کے ترنم اور جوش بیان کے باعث طبیعت پر گراں نہیں گزرتے۔ فارسی اور عربی کے الفاظ کا بے تکلف استعمال ان کی شاعری کا خاص وصف ہے، جس سے وہ کلام میں زور پیدا کرنے کا کام لیتے ہیں۔

اقبال نے اپنی شاعری کو اپنے خاص پیام اور تعلیمات کا ذریعہ بنایا تھا۔ ان کی تمام تر فکر میں حرکت و عمل کا فلسفہ کارفرما ہے، جس کو انھوں نے فلسفہ خودی کے نام سے پیش کیا۔ اقبال کو قومی و مذہبی مسائل سے خاص دل چسپی رہی ہے۔ مادیت اور مغربیت سے اجتناب کے خیالات بھی ان کے یہاں کار فرما ہیں۔ اقبال بلند ہمتی، خودی ، خود داری ، سربلندی اور قلب و نظر کی وسعت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان اوصاف کو انسانیت کی بقا کے لیے لازمی سمجھتے ہیں۔

فارسی میں آپ نے اسرار خودی اور رموز بے خودی لکھ کر حضرت انسان کی پوزیشن اور ان کے معیار کو بلند و بالا بنا دیا۔ اگلے زمانے کے بہت سے شاعروں نے یہی سمجھ رکھا تھا کہ انسان کو اپنی خودی بالکل مٹا دینی چاہیے۔ اس قسم کے خیالات سب سے پہلے یونان میں پیدا ہوئے اور جب مسلمانوں نے یونانی کتب کا عربی زبان میں ترجمہ کیا تو یہ باتیں مسلمانوں میں بھی پیدا ہو گئیں۔ ان کا خیال تھا کہ انسان کو ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت نہیں بلکہ انھیں صرف خدا پر بھروسہ کرکے گوشہ نشینی اختیار کر لینی چاہیے۔ اگر کوئی شخص زندگی پانا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اپنے آپ کو فنا کر ڈالے۔اس قسم کے خیالات نے مسلمانوں کو کاہل اور بے عمل بنا دیا تھا۔ علامہ اقبالؒ نے اسرار خودی میں اس قسم کے خیالات کی سخت مخالفت کی۔

اقبال کے اشعار قران مجید کی سچی تعلیم کے علمبردار ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو پہچانو۔ دنیا میں جو کچھ ہے ،وہ سب کچھ تمہارے لیے ہے۔دل سے ڈر اور خوف بالکل نکال دو۔دریاؤں میں کود پڑو، لہروں سے لڑو ،چٹانوں سے ٹکرا جاؤ، کیونکہ زندگی پھولوں کی سیج نہیں، میدان جنگ ہے۔

جب وہ لاہور تشریف لائے تھے صرف شیخ محمد اقبال تھے۔ لندن سے واپس آئے تو ڈاکٹر اقبال کہلانے لگے۔ حکومت ہند نے ان کو سر کا خطاب عطا کیا۔ لیکن قوم میں وہ علامہ اقبال کے نام سے موسوم ہو گئے۔ باوجود ان تمام خطابات کے ، وہ ایک سیدھے سادھے اور درویش صفت انسان تھے۔ انہوں نے خود اپنے آپ کو اکثر شعروں میں فقیر اور درویش کہا ہے اور اس پر فخر بھی کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی۔

ابتدا میں وہ کرتا اور پاجامہ پہنتے تھے، سر پر سفید پگڑی ہوتی تھی۔ ولایت جا کر انگریزی لباس بھی پہننا پڑا لیکن ولایت سے آنے کے بعد عام طور پر شلوار قمیص اور کوٹ کے ساتھ ترکی ٹوپی پہنتے تھے۔ کبھی کبھی پتلون پہن لیتے تھے تو اس کے ساتھ ہیٹ کی جگہ ترکی ٹوپی ہوتی تھی۔ وہ انگریزی لباس کو پسند نہیں کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مجھے پتلون کی بہ نسبت شلوار زیادہ پسند ہے۔

علامہ اقبالؒ نے مدت سے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا۔ زندگی کے آخری زمانے میں انہوں نے اردو کی طرف توجہ کی۔ بال جبرائیل اور ضرب کلیم میں آپ کی زندگی کے آخری دور کا کلام موجود ہے۔ بال جبرائیل علامہ اقبالؒ کی کتابوں میں سب سے اونچا درجہ رکھتی ہے۔اقبالؒ نے اپنی کتابوں میں صرف مسلمانوں سے خطاب کیا ہے۔جاوید نامہ اور بال جبرائیل میں انہوں نے ساری دنیا کے غریبوں کو پیغام دیا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں کتابوں کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمین کو خدا کی ملکیت سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ سارے انسان ایک کنبہ کے لوگوں کی طرح مل جل کر رہیں اور زمین کی خاطر ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے ختم کریں۔

علامہ اقبالؒ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ظاہر میں تجارت ہے ، حقیقت میں جوا ہے　　سود ایک کا ، لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات
یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت　　پیتے ہیں لہو ، دیتے ہیں تعلیم مساوات

مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیم دیں
وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لیے اپنی زباں
خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
نے پردہ ، نہ تعلیم ، نئی ہو کہ پرانی
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا

ترکِ دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں
چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں
لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ
نسوانیتِ زن کا محافظ ہے فقط مرد
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

کرنے کے کام اور مشقیں:

(۱) علامہ اقبال کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی ؟
(۲) علامہ اقبال نے کیا کیا تعلیم حاصل کی تھی؟
(۳) علامہ اقبال کن کن زبانوں کے ماہر تھے اور کن دو زبانوں میں انہوں نے اشعار لکھے ہیں؟
(۴) علامہ اقبال کے جو منتخب اشعار سبق میں دیے گیے ہیں ، شروع کے دو اشعار کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے:
(۵) علامہ اقبال نے نسوانیت زن کا محافظ کس کو بتایا ہے اور کیوں؟
(٦) علامہ اقبالؒ کے اشعار کی کوئی تین خوبیاں درج کیجیے:

شکوہ

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی، تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے، ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقش توحید کا ہر دل میں بٹھایا ہم نے
زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
نوع انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے
تیرے قرآن کو سینے سے لگایا ہم نے
پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
ہم وفادار نہیں، تو بھی تو دلدار نہیں

کرنے کے کام اور مشقیں:

(۱) شکوہ کسے کہتے ہیں اور اس نظم میں اقبال نے کس کو مخاطب بنایا ہے؟

(۲) علامہ اقبال کی یہ نظم کیوں مشہور ہوئی؟

(۳) اس نظم میں اقبال نے مسلمانوں کی کن صفات اور کمالات کا تذکرہ کیا ہے؟

(۴) ایک بند میں محمود اور ایاز کا نام آیا ہے، اس سے کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے؟

(۵) کیا اس نظم کے بعد اقبال نے کوئی اور بھی نظم لکھی ہے ؟ اس میں کیا بیان کیا گیا ہے؟

اردو نظمیں

اردو نظم کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں چند قسموں کا تعارف یہاں درج کیا جارہا ہے۔

قصیدہ : قصیدہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی "نیت اور ارادے " کے ہیں۔ قصیدہ شاعری کی ایک ایسی صنف ہے جس میں شاعر کسی یا ہجو بیان کرتا ہے۔

مرثیہ : مرثیہ عربی لفظ "رثا" سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے مرنے والوں پر ماتم کرنا اور ان کی فضیلت بیان کرنا۔ اردو میں، یہ صنف زیادہ تر امام حسینؑ اور کربلاکے سانحے کے بیان کے لیے مخصوص ہے۔البتہ اب عموم پیدا ہوگیا ہے۔

غزل : غزل عربی زبان کا لفظ ہے۔ غزل کے معنی ہیں عورتوں سے باتیں کرنا یا عورتوں کی باتیں کرنا۔ اس صنف کو غزل کا نام اس لیے دیا گیا کہ حسن و عشق ہی اس کا موضوع ہوتا تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اس کے موضوعات میں وسعت پیدا ہوتی گئ اور آج غزل میں ہر طرح کے مضمون کو پیش کرنے کی گنجائش ہے۔

رباعی : رباعی عربی کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی چار چار کے ہیں۔ رباعی کی جمع رباعیات ہے۔ فن شاعری میں رباعی اس صنف کا نام ہے جس میں چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون ادا کیا جاتا ہے۔ رباعی کا وزن مخصوص ہے، پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے میں قافیہ لانا ضروری ہے۔

مثنوی : مثنوی کا لفظ، عربی کے لفظ "مثنیٰ " سے بنا ہے اور مثنیٰ کے معنی دو کے ہیں۔ اصطلاح میں ہیت کے لحاظ سے ایسی صنفِ سخن اور مسلسل نظم کو کہتے ہیں جس کے شعر میں دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں اور ہر دوسرے شعر میں قافیہ بدل جائے، لیکن ساری مثنوی ایک ہی بحر میں ہو۔

قطعہ : کم از کم دو شعروں کے مجموعے کو قطعہ کہتے ہیں۔ قطعہ کی جمع قطعاَت ہے۔ مطلع کی قید سے آزاد اور اشعار کی پابندی سے مبرا ہوتا ہے۔ ہر شعر کا دوسرا مصرع قافیہ و ردیف سے مزین ہوتا ہے۔ قطعہ کا ایک وصف خاص حقیقت نگاری ہے۔

قافیہ : اردو شاعری میں قافیہ سے مراد شعر کے آخر میں آنے والے ہم آواز الفاظ ہیں۔ یاد رکھیے قافیہ شعر کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے اور ردیف قافیہ کے بھی بعد آتا ہے اور وہ تمام مصرعوں میں یکساں رہتا ہے۔ قافیے کی مثالیں: ہستی اپنی حباب کی سی ہے

ردیف : شعری اصطلاح میں ردیف سے مراد وہ لفظ یا الفاظ کا مجموعہ ہے جو قافیے کے بعد مکرر آئیں اور بالکل یکساں ہوں۔ ردیف کا ہر مصرعے میں ہونا لازمی نہیں ہے۔ عام طور پر یہ غزل کے اشعار میں مصرعۂ ثانی میں دہرائے جاتے ہیں۔

بحر : بحر کے عام معنی تو سمندر کے ہوتے ہیں، مگر اس کے دیگر معنوں میں وزن (بطور خاص شعر کا) اور پیمائش بھی شامل ہیں۔

کرنے کے کام اور مشقیں:

(٦) اس سبق میں آپ نے اردو نظم کی کتنی قسمیں پڑھی ہیں اور کون کون؟

(٧) مرثیہ کسے کہتے ہیں اور کیسے مشہور ہوئی؟

(٨) رباعی کی تعریف کیجیے:

(٩) ردیف اور قافیہ کسے کہتے ہیں؟

(١٠) بحر کی تعریف کیجیے:

نظم

سکھ دیو شرما رشکؔ

ستم سہتے رہیں گے یہ زمین و آسماں کب تک
رہیں گے بجلیوں کی زد میں آشیاں کب تک

یہ آئے دن کے ہنگامے یہ قتل وغارت انساں
رہے گا موت کا تانڈو ہمارے درمیاں کب تک

عروسِ امن عالم کی زمیں پہ آبرو ریزی
تماشائی بنا تکتا رہے گا آسماں کب تک

جہانِ آتشی لٹتا رہے گا بے سہارون کا
ستم پیشہ مٹاتے جائیں گے نام و نشاں کب تک

عداوت اور نفرت کے علم بردار دیوانے
کریں گے خون انسانی سے بے رونق جہاں کب تک

سہے جاتے ہیں غم پر غم مگر خاموش بیٹھے ہیں
نہ جانے ختم ہوگا صبر کا یہ امتحاں کب تک

جدھر دیکھو نظر آتی ہے آہ و گریہ و زاری
یہ فریاد وفغاں جاتی رہے گی رائیگاں کب تک

کرنے کے کام اور مشقیں:

(۱) اس نظم میں عالمی دہشت گردی کو بیان کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں عالمی صورت حال پر دس جملے لکھیے:

(۲) تشریح کیجیے:

ستم سہتے رہیں گے یہ زمین و آسماں کب تک
رہیں گے بجلیوں کی زد میں آشیاں کب تک

یہ آئے دن کے ہنگامے یہ قتل و غارت انساں
رہے گا موت کا تانڈو ہمارے درمیاں کب تک

(۳) اس نظم شعری خوبیاں لکھیے: